جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

فروری

سنہ ۱۹۹۹ء

شوال المکرم

سنہ ۱۴۱۹ھ

پاکستان کے مُسلم سائنس دان کا کارنامہ

ڈاکٹر امان اللہ نے گیلیلیو کے قوانین حرکت کو چیلنج کر دیا

دُور مار میزائل اسی غلطی کے باعث ہدف پر نہیں گرتے

اسلام آباد (این این آئی) بین الاقوامی شہرت یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر امان اللہ خان نے گیلیلیو کے کشش ثقل کے قوانین کو چیلنج کر دیا ہے۔ ایک پریس کانفرنس میں اُنھوں نے کہا کہ گزشتہ کئی سالوں کی محنت کے بعد وہ گیلیلیو اور نیوٹن کے قوانین حرکت کو آفاقی بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اُنھوں نے دُنیا کے مشہور سائنس دانوں اور بین الاقوامی اداروں کے سامنے اپنی تھیوری بطور چیلنج پیش کر دی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ تمام راکٹ اور میزائل گیلیلیو کے فارمولوں کے مطابق نچلی فضا میں داغے جاتے ہیں لیکن جب میزائل وغیرہ کی رینج بڑھ جاتی ہے تو غلطی کا تناسب بھی بڑھ جاتا ہے اور اسی خامی کی وجہ سے طویل فاصلے کے میزائل اکثر اپنے ہدف پر ٹھیک نہیں گرتے۔ اُنھوں نے دعویٰ کیا کہ اگر ان کے فارمولوں پر عمل کیا جائے تو میزائل اپنے ہدف کے قریب ترین گرے۔

(روز نامہ جنگ ۲۷ دسمبر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۷ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ - فروری ۱۹۹۹ء شمارہ : ۵

مدیر
سید محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ------ سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی ″	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ------ ″	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ ------ ″	۱۶ ڈالر
برطانیہ ------ ″	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں ۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۷۷۲۹۶۹۱-۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

گزشتہ ماہ لاہور دہلی کے درمیان پچاس سال میں پہلی بار بس سروس تجرباتی طور پر شروع کر دی گئی جس میں دونوں ملکوں کے افسران نے سفر کیا۔ توقع ہے کہ فروری میں عام مسافروں کے لیے اس کا باقاعدہ اجرا ہو جائے گا۔ اور ہندوستان پاکستان کے عام شہریوں کو جن کی بڑی تعداد مُسلمان مسافروں پر مشتمل ہوتی ہے قدرے سہولت ہو جائے گی۔ اس لیے کہ ہوائی جہاز کا سفر انتہائی مہنگا ہے۔ لاہور دہلی کی پرواز کا ریٹرن ٹکٹ (جو کہ صرف ۳۵ منٹ کی ہوتی ہے) آٹھ ہزار سات سوتیس روپے میں پڑتا ہے۔ جبکہ لاہور اسلام آباد کی فلائیٹ بھی ۳۵ منٹ کی ہے مگر اس کا ریٹرن ٹکٹ دو ہزار چھ صد تیس روپے کا ہے۔ ظاہر ہے اتنا مہنگا ٹکٹ عام آدمی کی طاقت سے باہر ہے۔ ٹرین کا سفر جو کہ عام آدمی کی دسترس میں ہے اس قدر طویل کہ لاہور سے دہلی تک چوبیس گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ٹرین کی حالت اتنی خستہ کہ یُوں لگتا ہے انسانوں کے بجائے مال مویشی اس پر لادے جائیں گے۔ پُورے راستہ میں دورانِ سفر کوئی انسانی سہولت مسافروں کو میسّر نہیں ہوتی۔ کسٹم کا عملہ افسران سمیت ایسا ذلّت آمیز رویّہ اختیار کرتا ہے کہ پہلی بار آنے والا مسافر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ مجھے مُسلمان بھی سمجھتے ہیں یا نہیں جبکہ عام حالات میں کافر کے ساتھ بھی ایسا رویّہ اختیار کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ للذا کوئی شریف انسان اس راستہ سے سفر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ماسوائے ان کے جو اپنے پیاروں کی محبّت

سے مجبور ہیں چار و ناچار یہ قیامت جھیل جاتے ہیں۔ ان حالات میں بس سروس کا اجراء ترستے ہوئے خونی رشتوں کے ملاپ کا آسان اور بہتر ذریعہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے بھی اہم مسئلہ اسلام آباد اور دہلی میں ویزا کے حصول کا معاملہ ہے جو انتہائی تکلیف دہ اور اذیت ناک ہے ــ دو دو تین تین ہفتہ لوگ ویزا کے حصول کی خاطر ویزا آفس کے باہر بستر بچھائے کھلے آسمان تلے دن رات پڑے رہتے ہیں۔ ہندو افسران ویزا کے خواہش مند مسلمانوں کو بُری طرح ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں اور انتہائی حقارت کے ساتھ دُھتکار دیتے ہیں ــ اس پر مزید یہ کہ اپنی ہی پولیس کے ہاتھوں روزانہ پاکستان کے شریف شہریوں کی لاٹھی ڈنڈوں سے پٹائی ہوتی ہے جو ہندو سفارتی عملہ کے لیے تفریح کا سامان ہوجاتا ہے اور یہ سب کچھ قومی اسمبلی کی عمارت سے بالکل قریب ہوتا ہے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ دہلی میں جواباً پاکستانی سفارتی عملہ جب ویزا کے خواہش مند افراد کے ساتھ یہی رویّہ اختیار کرتا ہے تو یہ بھول جاتا ہے کہ یہ اپنے ہی مسلمان بھائی ہیں اس معاملہ میں پاکستان یا ہندوستان سفارتی دستور کے مطابق جو مقابلہ بازی کرتے ہیں اس کا نقصان صرف مسلمان کو ہوتا ہے۔ خواہ وہ پاکستانی ہو یا ہندوستانی اس سلسلہ میں پاکستانی حکومت کو زیادہ لچکدار رویّہ اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلم حکومت جس طرح اپنی رعایا کو سہولت دینے کی ذمّہ دار ہوتی ہے اسی طرح کافر ملک میں بسنے والے مسلمانوں کے مفادات کا بھی حتی المقدور خیال رکھنا اس کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔

بس سروس کے اجراء پر بعض تنظیموں کی جانب سے اعتراضات کیے گئے ہیں اور ایک مذہبی جماعت کہلانے والی سیاسی پارٹی کی طرف سے اس پر غم و غصّہ کا اظہار کیا گیا ہے مگر اُن کے یہ اعتراضات ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔ کیا اس سے پہلے کئی برسوں سے دونوں ملکوں کے درمیان جہاز اور ٹرین سروس نہیں چل رہی۔ کیا بزعم خویش ان فاتحین کشمیر کو پاکستانی اداکار اور اداکارائیں ہندو اداکار اور اداکاراؤں کے ساتھ ناچتے اور سٹیج پر برسرِ عام فحش حرکات کرتے ہوئے نظر نہیں آتے ۔ ۔ ۔ اسی طرح دونوں کے درمیان سالہا سال سے کرکٹ میچ نہیں کھیلا جا رہا۔ کیا یہ سب کچھ رقص و سرود اور وہاں کے فلمی اداکاروں اور اداکاراؤں کی بلائیں لینا اور صدقے واری جانا مسئلہ کشمیر کے تنازع سے کچھ بھی مناسبت رکھتا ہے؟ نہایت شرم اور بے حسی کا مقام ہے کہ خونی رشتہ داروں کے آپس کے ملنے اور آنے جانے پر تو اعتراض کیا جاتے اور کہا جائے کہ یہ مسئلہ کشمیر کے حل کے منافی اقدام ہے اور جب تک مسئلہ

کشمیر حل نہیں ہوجاتا اس نوعیت کے تعلقات قائم نہیں ہونے چاہییں ۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دونوں طرف کے مُسلمانوں کے آنے جانے کو تعلقات کی بحالی کا نام نہیں دیا جا سکتا ۔ اس لیے کہ پاکستانی مُسلمان انڈیا میں اپنے مسلم عزیز و اقارب سے ملنے جاتے ہیں کسی ہندو یا سادھو کی زیارت کرنے نہیں جاتے اور نہ ہی وہاں کے ہندو لاہور کی شاہی مسجد یا اسلام آباد کی فیصل مسجد دیکھنے آتے ہیں لہٰذا اس کو تعلقات کی بحالی کے بجائے اپنے بُنیادی اور حقیقی مفادات کا حصول کہنا چاہیے جس کا فائدہ دونوں ملکوں کے مُسلمانوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے نہ کہ ہندو کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ جیسے ان لوگوں پر ناراض ہیں جو ایمان اور دین میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ایسے ہی ان لوگوں پر بھی ناراض ہیں جو ذوی الارحام اور قرابتداروں کے تعلقات اور میل ملاپ میں رکاوٹ ڈالیں ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون ۔

ترجمہ : اور قطع کرتے ہیں ان چیزوں کو جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں زمین پر وُہی لوگ ہیں خسارے والے

اس کی تفسیر میں مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔ جیسے قطع رحم کرنا انبیاء اور علماء اور واعظین اور مؤمنین اور نماز اور دیگر جملہ اُمور خیر سے اعراض کرنا

جبکہ ان کے برخلاف لوگوں کے لیے ارشاد ہے ۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب (پ ۱۳ - ع ۹)

ترجمہ : اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے فرمایا ملانا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا ۔

اس کی تفسیر میں حضرت مولانا عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں " یعنی صلہ رحم کرتے ہیں یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں ۔ اسلامی اخوّت کو قائم رکھتے ہیں یا انبیاء علیہم السّلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں ۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مُسلمانوں کا باہمی میل جول برقرار رکھنا یا اس کو بحال

کرنے کی کوشش کرنا باعث اجر و ثواب ہے، جبکہ میل جول ختم کرنا یا اس کی کوشش کرنا گناہ کا کام ہے۔
رہا مسئلہ کشمیر تو اس کو مسلمانوں کے میل جول میں رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کا نعرہ لگا کر مسلمانوں کی توجہ اُن کے اصل ہدف سے ہٹا کر کمتر ہدف کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔ لہٰذا "مسئلہ کشمیر" اور "کشمیر ہمارا ہے" کے نعرہ کی جگہ "مسئلہ ہند" اور "ہندوستان ہمارا ہے" کا نعرہ لگانا چاہیے کیا پاکستان کے سیاستدان اور تاریخ دان ماضی قریب کی تاریخی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ کیا پورا ہندوستان مسلمان فاتحین کا مفتوحہ علاقہ نہیں ہے۔ کیا ہندوستان پر مسلم حکمران کئی سو سال حکمرانی نہیں کرتے رہے۔ کیا ہندوستان میں مسلم فاتحین کا دَورِ اقتدار عدل و انصاف امن و خوشحالی کا مثالی دَور نہیں رہا۔ کیا ہندوستان پر مسلم اقتدار کے تابناک سورج نے مغرب کی آنکھ کو چکا چوند نہیں کیا ___ تاجِ برطانیہ جس کوہ نور ہیرے سے مزین ہے کیا تختِ برطانیہ نے اس کو ہندوستان سے نہیں چرایا۔ اس "تاریخی چور" کے تاج سے "کوہ نور" ضبط کر لیا جائے تو تاجِ برطانیہ بے اصل اور ملکۂ برطانیہ بے تاج نہیں رہ جاتے۔ مسئلہ کشمیر ہمارے مغرب زدہ سیاست دانوں کی نظر میں تو ایک چیلنج ہو سکتا ہے مگر مستقبل کا مردِ مجاہد جس کی مہم کا آغاز ہی "ہندوستان ہمارا ہے"۔ سے ہوتا ہے وہ مسئلہ کشمیر کو بائیں ہاتھ کا کھیل قرار دے رہا ہے۔ اس نے کروٹیں لینا شروع کر دی ہیں۔ کفر اس کی بیداری کے خوف سے ترساں ہے اس کے لوحِ دماغ پر حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے جہاد کی تصویر اجلی ہوتی جا رہی ہے۔
حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی جہادی تحریک حضرت گنگوہیؒ کی بے باکی و شجاعت حضرت نانوتویؒ کا توکل حافظ ضامنؒ کی شہادت حضرت شیخ الہندؒ کی قربانی حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کا عزم اس کے پردہ دماغ پر اجاگر ہوتا جا رہا ہے۔ شاملی کے میدان کا معرکہ "سقوطِ دلی" اور "سقوطِ بنگال" جیسے حادثات اس کے انتقام کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ اس کے خمیر میں شامل اکابر دیو بند کے پاؤں کی دھول اس کو پکار رہی ہے کہ اُٹھ تیرا خلعت تیّار ہو چکا وہ اسکو حور عین سے وصال کا سندیسا دے رہی ہے۔ وہ نیند ہی میں تلوار کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے وہ بڑبڑا رہا ہے کہ پچھلے حسابات چکائے بغیر اب کبھی نہ سوؤں گا وہ کہہ رہا ہے۔

"ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین"

وہ ہر سو آزادانہ آنے جانے سے بھی بڑھ کر ہند کے آرپار ہر چہار سُو حقِ حکمرانی کو اپنا موروثی حق سمجھتا ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۴ سائیڈ اے ۱۹ اگست ۱۹۸۳ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہ اجمعین امابعد

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِیْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا بَلٰی، قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہٖ قَالُوْا بَلٰی، فَقَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ [1]

حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب غدیر خُم میں پڑاؤ ڈالا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اہلِ ایمان کے نزدیک میں اُن کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ جی ہاں جانتے ہیں، پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۶۵

ہیں ہر ایک مؤمن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں جانتے ہیں، اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے اللہ جس کا میں دوست ہوں علیؓ اس کا دوست ہے۔ الٰہی تو اس کو دوست رکھ جو علیؓ کو دوست رکھے۔ اور تو اس شخص کو اپنا دُشمن قرار دے جو علیؓ سے دُشمنی رکھے، اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ جب حضرت علیؓ سے ملے تو اُن سے کہا کہ اے ابنِ ابی طالب مُبارک ہو تم تو صُبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن و ہر لمحہ) ہر مُسلمان مرد و عورت کے دوست و محبوب ہو۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک مقام سے گزرے اُس کا نام ہے غدیر۔ وہاں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے دستِ مُبارک میں لے کر ارشاد فرمایا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں مُسلمانوں کو اُن کی جان سے زیادہ محبوب ہوں، اور (ہر چیز پر قابلِ ترجیح اور) قریب ہوں اُن کے لیے صحابہ کرام نے عرض کیا بلیٰ یقیناً یہ بات دُرست ہے بالکل ٹھیک ہے۔ ارشاد فرمایا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ ہر ہر آدمی کو اگر لیا جائے تو میں ہر ہر مُسلمان کے لیے اس کی جان سے زیادہ اس کو عزیز ہوں تو صحابہ کرام نے عرض کیا بلیٰ بلاشُبہ آپ اسی طرح محبوب ہیں اسی طرح عزیز ہیں کہ ہر آدمی اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتا ہے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ خداوندکریم جس آدمی کو میں محبوب ہوں اس کو علی بھی محبوب ہے یعنی یہ ایک طرح حکم بھی ہوگیا کہ سب لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد مُبارک کی وجہ سے محبّت رکھے دوستی رکھے اور پھر فرمایا اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ خداوندکریم جو اُن سے دوستی رکھے تُو اس کو اپنا دوست رکھ اور جو اُن سے عداوت رکھے تو اس کو اپنا مبغوض رکھ دُشمن رکھ۔ دُشمنوں کی فہرست میں رکھ۔ فَلَقِیَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ فَقَالَ لَهٗ هَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ مُبارک ہو تمہیں اے ابن ابی طالب اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ۔ دائمی طور پہ تم ہر مُسلمان کے مرد ہو یا عورت محبوب اور مقرب اور عزیز ہو چکے ہو۔ سب لوگ تم سے محبّت رکھیں ہی گے۔ سب کے

تم عزیز ہو گئے ہو، محبوب ہو گئے ہو۔ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلتوں میں ہے۔ اور اس سے شیعہ فرقہ اپنے خاص مطلب کے لیے استدلال کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانشینی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے۔ اور اہل سنت والجماعت یہ نہیں کہتے بلکہ یہی کہتے ہیں جو حدیث کے ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آرہا ہے کہ ان سے محبت رکھنی یہ ضروری ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ آگے چل ایسا ہونے والا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنے والے لوگ پیدا ہوں گے (یعنی خوارج اس لیے آپ نے پیش بندی فرمادی اور حکم دے دیا کہ ان سے نفرت کوئی نہ رکھے ان سے محبت رکھے، روایت کرنے والے اس کے دو صحابی ہیں ایک حضرت بَرَاء بن عازب اور ایک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما۔

دونوں حضرات اس کے راوی ہیں تو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حکم کی حکمت بعد میں یہ سمجھ آئی کہ وہ طبقہ جو ان کے خلاف ہے اس کو مخالفت سے روکنا مقصود تھا۔

اور یہ سمجھ لینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا تھا یہ درست نہیں ہے کیونکہ کسی نے بھی یہ مطلب نہیں سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مبارک باد جو دی ہے وہ اسی بات کی دی ہے کہ تم سب کے عزیز ہو گئے ہو تم سب کے محبوب ہو گئے ہو یہ مبارکباد دی اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی کہیں یہ منقول نہیں کہ انھوں نے اس واقعہ کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہو کہ میرا حق بنتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اور جانشین ہونے کا، یہ کہیں انھوں نے نہیں فرمایا تو اس حدیث کا یہ مطلب جو شیعہ حضرات لیتے ہیں یہ ان کا اپنا مطلب نکالا ہوا ہے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد تھی نہ صحابہ کرام نے مفہوم یہ سمجھا نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود یہ سمجھے ——————— انھوں نے (یعنی رافضیوں نے) محبت میں غلو کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا اور محبت میں یا کسی بھی چیز میں جب غلو ہو جاتا ہے وہ اعتدال سے آگے بڑھنا ہوتا ہے ایک طرح سے، اعتدال سے آگے بڑھنے میں احتیاط رکھو اس میں فائدہ کوئی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ اسلام پر استقامت دے ان سب حضرات سے محبت اور ان کا آخرت میں ساتھ نصیب فرمائے۔

***

ایک مسلمان کس طرح زندگی گزارے؟

حضرت مولانا محمدؒ عاشق الٰہی صاحب بلند شہری

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد: دین اسلام عقائد، عبادات ، اعمالِ صالحہ اخلاقِ حسنہ اور آدابِ عالیہ کا نام ہے۔ جب کوئی شخص اسلام قبول کرلے اور یوں کہے کہ میں مسلمان ہوں اُس پہ لازم ہے کہ پُورے اسلام کو قبول کرے۔ سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

اے ایمان والو اسلام میں پُورے پُورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

آج کل لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ مُسلمان ہونے کا دعوٰی بھی ہے لیکن اسلام کے ارکان اور اعمال اور اخلاق اور عادات سے غفلت بھی برتتے ہیں اور پیچھے بھی ہٹتے ہیں۔ دعوٰی کچھ اور عمل کچھ یہ مومن کی شان نہیں ہے جب مُسلمان ہوگئے تو پُوری طرح اسلام پر عمل کرنا لازم ہے۔ عامۃ المسلمین کو ضروری باتیں بتانے کے لیے یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اس مضمون کو آپس میں ایک دوسرے کو سُنائیں اور عمل پہ آمادہ کریں۔

(۱) اسلامی عقائد سیکھیں اہل السنۃ والجماعت کے عقائد معلوم کریں اور اُنھی کو اپنا عقیدہ بنائیں جتنے گمراہ فرقے ہیں۔ مثلاً شیعہ قادیانی، آغاخانی، بوہرے، ان سب سے دُور رہیں اور بدعات سے مکمل پرہیز کریں۔

(۲) ہر عاقل بالغ مُسلمان پر مرد ہو یا عورت پانچ نمازیں (ظہر[۱] عصر[۲] مغرب[۳] عشاء[۴] فجر[۵]) فرض ہیں،

ان کو گھر پر ہوتے ہُوئے اور سفر ہیں۔ مرض میں، تجارت کرتے ہُوئے۔ نوکری میں لگے ہُوئے ہر حال میں ادا کریں۔ وِتر کی نماز عشاء کے فرضوں کے بعد پڑھنا واجب ہے اس کو بھی کبھی قضا نہ ہونے دیں، عورتیں گھروں میں اور مرد مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ستائیس گنا کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۵)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لیے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور اس کے ایمان کی دلیل اور اس کی نجات کا سامان ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے نماز نہ نُور ہوگی نہ اس کے ایمان کی دلیل ہوگی نہ نجات کا سامان ہوگی، اور قیامت کے روز یہ شخص قارون اور فرعون اور (اس کے وزیر) ہامان اور مشہور مشرک ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۸)

وتروں کے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وتر پڑھنا ضروری ہے جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (تین بار ایسا ہی فرمایا) (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۱۳)

اور مؤکدہ سُنّتوں کے بارے میں فرمایا کہ جس نے دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لیں اس کے لیے جنّت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا، چار رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد، دو رکعتیں فجر سے پہلے (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۳)

ان کے علاوہ عصر سے پہلے چار رکعتیں سُنّت غیر مؤکدہ ان کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ ایک حدیث میں یُوں ہے کہ اللہ اس بندہ پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۴)

نفل نمازوں کی بھی بڑی اہمیّت ہے جن میں نماز تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، تہجّد اور مغرب کے بعد کی نفلیں بھی آجاتی ہیں۔ نفل نمازوں کا ذخیرہ ساتھ لے کر جانا چاہیے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب و بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو محروم اور نامراد ہوگا، پھر اگر فریضہ میں کچھ کمی رہ گئی تو پروردگارِ عالم جَلَّ مجدہٗ کا فرمان ہوگا کہ دیکھو کیا میرے بندہ کے کچھ نوافل بھی ہیں۔ پھر نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی پوری کر دی جائے گی، پھر زکوٰۃ کا بھی اسی طرح حساب ہوگا، پھر دوسرے اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہوگا۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۱۷)

③ اپنی نمازیں درست کریں صحیح طریقہ پر یاد کریں اور بچوں کو بھی صحیح طریقہ پر نمازیں سکھائیں اور یاد کرائیں س ث ص ض ط ظ ع غ ق ک تمام حروف کو صحیح طریقہ پر ادا کرنا لازم ہے۔ بہت سے لوگوں کو زندگی بھر صحیح کلمہ بھی یاد نہیں ہوتا اور نمازیں بھی غلط سلط پڑھتے ہیں اس میں آخرت کا بڑا خسارہ ہے۔

④ بچوں کو نمازیں سکھانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب سات برس کے ہوجائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب دس برس کے ہو جائیں اور دس برس کی عمر ہو جانے پر ان کے بستر ے بھی علیحدہ کر دو (ایک کو دوسرے کے ساتھ نہ سلاؤ) (مشکوۃ المصابیح ص۵۸)

⑤ نماز جمعہ کا خاص اہتمام کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

(اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف روانہ ہو جایا کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بغیر مجبوری کے جمعہ چھوڑ دیا وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا گیا جو نہ مٹے گی نہ بدلی جائے گی۔ (مشکوۃ المصابیح ص۱۲۱)

اگر کبھی نماز جمعہ رہ جائے مثلاً سفر میں ہو یا مرض کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو اس کی جگہ ظہر پڑھے اور اگر قصداً نماز جمعہ چھوڑ دے تو اس کی جگہ بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی)

⑥ جب سے بالغ ہوتے ہیں فرض نمازیں اور واجب وتر کتنے قضا کیے ان سب کا حساب لگا کر سب کو ادا کریں۔ اتنا حساب لگائیں کہ دل یہ کہہ دے کہ اس سے زیادہ نمازیں قضا نہ ہوں گی پھر جلد سے جلد انہیں ادا کریں ایک دن کی بیس رکعات ہوتی ہیں۔ چار ظہر چار عصر تین مغرب چار عشاء تین وتر دو فجر بیس رکعات بیس منٹ میں پڑھی جا سکتی ہیں جب پانچ نماز سے زیادہ قضا ہوں تو ترتیب لازم نہیں ہے اور نہ قضا نمازوں کا کوئی وقت مقرر ہے۔

سورج نکلنے اور زوال کا وقت نہ ہو جب سورج نکل کر ایک نیزہ اونچا ہو جائے اس وقت ہر نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے اور عصر کے بعد جب سورج میں زردی آجائے کوئی نفل نماز اور قضا نماز

نہ پڑھی جائے، سورج میں زردی آنے سے پہلے قضا نماز پڑھی جاسکتی ہے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج چھپنے تک نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: گھر پر جو ظہر عصر اور عشاء کی نماز قضاء ہوئی ہے۔ اس کی قضاء میں چار ہی رکعت پڑھے گو سفر میں پڑھ رہا ہو اور جو ظہر عصر اور عشاء کی نماز سفر میں قضاء ہوئی ہو (بشرطیکہ وہ ۴۸ میل کا ہو) تو اس کی قضاء دو رکعت ہی پڑھے گا۔ اگرچہ گھر پر پڑھ رہا ہو۔

یوں تو قضا نمازیں جلد سے جلد پڑھ لینی چاہییں، لیکن ہر نماز کے ساتھ ایک نماز پڑھ لی جائے یا بیس منٹ نکال کر روزانہ بیس رکعات پڑھ لی جائیں تو یہ بہت آسان کام ہے۔ ضروری نہیں کہ سب نمازیں برابر ہی قضاء ہوئی ہوں۔ بہت سے لوگ کاروباری دھندوں میں عصر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں اور بہت سے لوگ نیند کے نشہ میں عشاء اور فجر نہیں پڑھتے۔ غرض کہ جو نماز جتنی بھی چھوٹی ہو اسی قدر قضا پڑھ لیں۔

(۷) جو لوگ مالدار ہیں پابندی سے ہر سال اسلامی سال گزر جانے پر زکوٰۃ ادا کریں اس میں انگریزی مہینوں کا اعتبار نہیں ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے کوئی بڑا مال دار ہونا ضروری نہیں، پانچ سو پچاویں گرام چاندی یا اس کی قیمت یا مال تجارت ملکیت میں ہونے سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے خوب غور کرلیں، چاند کے بارہ مہینے گزر جانے پر کل مال کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہے یہ حصہ زکوٰۃ کے مستحقین کو دیا جائے۔ مستحقین کی تحقیق کرلی جائے جس کی ملکیت میں پانچسو پچاویں گرام یا اُن کی مالیت کا تجارتی سامان یا بے ضرورت فالتو سامان ہو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں۔ بہت سے مانگنے والوں کے پاس اتنا مال ہوتا ہے پھر بھی مانگتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ نہ دی جائے۔

زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے واجبات بھی مال سے متعلق ہیں مثلاً صدقہ فطر ادا کرنا اور عید الاضحیٰ میں قربانی کرنا اور بیوی بچوں پر والدین پر قواعد شرعیہ کے مطابق خرچ کرنا اگر قسم توڑی ہو تو اس کا کفارہ دینا ان سب کی ادائیگی بھی لازم ہے۔ فرض زکوٰۃ اور دوسرے مالی حقوق اور واجبات ادا کرتے ہوئے نفلی صدقہ بھی کرتے رہیں اور خیر کے کاموں میں خرچ کریں۔ قیامت کے دن فرائض اور واجبات اور نوافل سب ہی نجات کا اور رفع درجات کا ذریعہ ہیں۔

زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بھی کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مال کو زہریلا گنجا سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا جو یُوں کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۵-۱۵۷)

اور عام صدقہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور ہی دے دو وہ بھی نہ پاؤ تو اچھا کلمہ ہی کہہ دو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۴)

کوئی بھی نیک کام جو اللہ کے لیے کیا ہو قیامت کے دن کام دے گا جہاں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی بھی ضرورت ہوگی۔

(۸) رمضان المبارک کے روزے پابندی سے رکھیں جن بچوں کو طاقت ہو ان سے بھی رکھوائیں۔ نفل روزوں کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اسلامی مہینوں کی تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ رکھنے کی اور پیرو جمعرات کا روزہ رکھنے اور ماہ شوال میں چھ روزے رکھنے اور محرم ذی الحجہ کی نو تاریخ اور محرم کی دس تاریخ کو نفلی روزہ رکھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔

(۹) جن لوگوں پر حج فرض ہے حج کی ادائیگی میں جلدی کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسے حج کرنے سے کوئی مجبوری یا ظالم بادشاہ نہ روکے پھر وہ حج نہ کرے تو چاہے تو وہ یہودی ہو کر مرجائے اور چاہے تو نصرانی ہو کر مرجائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۲۲)

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ دنیا داری کے قصّوں میں دیر لگاتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ حج کی ادائیگی سے پہلے دُنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ بہت افسوس ناک صورتحال ہے

(۱۰) قرآن مجید پڑھو روزانہ پارہ دو پارہ تلاوت کرو قرآن مجید کا ہر حرف پڑھنے پر ایک نیکی ملتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے بچوں سے بھی پڑھواؤ۔

صبح کو سورۃ یٰسین شریف پڑھو اس کے پڑھنے سے دس مرتبہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، قرآن شریف صحیح پڑھنا سیکھو اور تمام حروف صحیح ادا کرو۔

(۱۱) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو قرآن مجید میں فرمایا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو)

حدیث شریف میں ہے کہ ہر وقت تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ دوں تو یہ مجھے ساری دُنیا سے زیادہ پیارا ہے جس پر سورج نکلتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۰۱)

مسلمانوں اپنی زندگی ضائع نہ کرو وقت برباد نہ کرو ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہو۔ کوئی مجلس ذکر سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجنے سے خالی نہ رہے۔ ہر وقت چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرو۔ مسنون دُعائیں یاد کرو اور مختلف اوقات کے مطابق پڑھا کرو ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھیں

(۱۲) سب مُسلمان میل محبت اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی مدد اور معاونت کریں اور خدمت کے ساتھ زندگی گزاریں۔ چھوٹوں پر شفقت کریں بڑوں کا اکرام کریں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم مومنوں کو آپس میں رحم کرنے اور محبّت و شفقت رکھنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ وہ اس طرح ہونگے جیسے ایک ہی جسم ہوتا ہے کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بُخار میں مُبتلا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا سارے مُسلمان ایک شخص کی طرح ہیں کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے

(مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مثل ایک عمارت کے ہے کہ عمارت کے اجزاء (اینٹ پتّھر چونہ وغیرہ) ایک دوسرے کو جمائے رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے اُنگلیوں میں اُنگلیاں ڈالیں اور ایک دوسرے کو مددگار ہونے کی صُورت بتائی۔ (بُخاری و مُسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی اُمتی کی حاجت پُوری کر دی تاکہ اس کو خوش کرے تو اُس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے خُدا کو خوش کیا اور جس نے خدا کو خوش کیا خُدا اُس کو جنّت میں داخل کریگا۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ایک حدیث میں رسولِ خدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی پریشان حال کی مدد کردی خدا اس کے لیے تہتّر مغفرتیں لکھ دے گا۔ ان میں سے ایک میں اُس کے سب کام بن جائیں گے اور بہتّر قیامت کے دن اس کے درجے بلند کرنے کے لیے ہوں گی۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کس چھوڑے (کہ اس کی مصیبت میں کام نہ آئے) اور نہ اُس کو حقیر جانے اور سینے کی طرف اشارہ فرماکر تین بار آپ نے فرمایا کہ تقوٰی یہاں ہے، یہاں ہے یہاں ہے (پھر فرمایا) انسان کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مُسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مُسلمان کی ہر چیز مُسلمان پر حرام ہے اس کا مال بھی (کہ اس سے نہ چھینے نہ خیانت کرے نہ اور کسی ناجائز طور سے لے) اس کا خُون بھی (کہ اس کو قتل نہ کرے) اس کی آبرو بھی کہ اس کو ذلیل نہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح از مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کے قتل پر آدھے کلمہ سے بھی مدد کی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے وہ اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ کی رحمت سے مایُوس ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان و زمین والے سب اگر کسی مومن کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ ان سب کو اوندھے مُنہ کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مُسلمان اپنی تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آجائیں سو وہ دونوں دوزخی ہیں کسی نے عرض کیا کہ قاتل کا دوزخی ہونا سمجھ میں آتا ہے مقتول کیوں دوزخ میں گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ وہ بھی دوسرے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرچکا تھا۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ قتل کے ارادے سے تو دونوں نکلے تھے۔ (اپنی نیّت کی وجہ سے دونوں دوزخ میں چلے گئے یہ بات اور ہے کہ ایک کو موقع مل گیا اس نے قتل کردیا۔ دوسرے کا داؤ نہ چلا وہ مقتول ہوگیا جو شخص قتل ہُوا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا کیونکہ وہ بھی جاہلانہ جذبات اور تعصبات کی وجہ

سے قتل کرنے کے لیے نکلا تھا۔ اللہ کی رضا کے لیے جنگ کرنا مقصود نہ تھا۔

(۱۳) سب مرد اور عورت وہ لباس پہنیں جو اسلام نے اُن کے لیے تجویز کیا ہے۔ ستر ڈھکنے والا حیا والا لباس ہو، مرد ٹخنے سے اُونچا کپڑا پہنے۔ پتلون پہنے تو ٹخنہ سے نیچا نہ ہو اور اُس پر اُوپر سے نیچا کرتا پہنے۔ عورتیں موٹا لباس پہنیں۔ موٹے دوپٹے اوڑھیں۔ نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہوکر نہ آئیں۔ جہاں تک ہوسکے گھروں میں رہیں گھروں سے نکلیں تو بے پردہ نہ ہوں۔ برقعے چمکیلے فیشن ایبل نہ ہوں۔

(۱۴) حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کریں خوب غور کریں کہ مجھ پر کس کا کیا حق ہے۔ جس کسی کا کوئی مالی حق ہو مثلاً کسی کا قرض رہ گیا ہو یا خیانت کی ہو یا بلا اجازت کچھ لے لیا ہو۔ صاحب حق کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ یاد ہو یا نہ ہو خود سے جاکر ادا کرے اور جس کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سُنی ہو یا کسی پر تہمت رکھی ہو اُسے پتہ چل گیا ہو تو معافی مانگے ورنہ اس کے لیے اتنا استغفار کرے کہ دل گواہی دے دے کہ اس کا حق ادا ہوگیا

حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے آخرت میں حق داروں کو اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی اگر اپنی نیکیوں سے پُورا نہ پڑا تو اُن کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے اور اس طرح دوزخ میں جانا ہوگا[۱] خوب فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔ ماؤں اور بہنوں کو میراث کا حصّہ نہ دینے والے غور کریں۔

(۱۵) حلال کمائیں اور حلال کھائیں جو آمدنی کے ذرائع ہیں اُن کے بارے میں عُلماء سے معلوم کریں کہ حلال ہے یا نہیں۔ رشوتیں نہ لیں سودی کاروبار سے قطعًا سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔

(۱۶) دل کو شرکیہ اور کفریہ عقائد سے ریاکاری کے جذبات سے اور غیر شرعی دشمنی سے حسد، بُغض کینہ تکبّر اور غرور سے، اور دماغ کو بُری باتوں کے سوچنے سے، ہاتھوں کو حرام کمانے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے، چوری، خیانت اور ڈکیتی سے، پاؤں کو گناہوں کی طرف چل کر جانے سے۔ آنکھوں کو بدنظری سے، شرمگاہ کو اس کے خاص گناہ سے اور کانوں کو گانا بجانا سُننے سے اور غیبت سُننے سے اور ہر بُری بات کے سُننے سے . . . . . زبان کو غیبت کرنے، کسی پر تہمت دھرنے، الزام لگانے عیب لگانے جھوٹ بولنے گالی دینے جھوٹی قسم کھانے سے لایعنی باتوں سے، اور پیٹ کو حرام غذا سے

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۵

اور سارے جسم کو ہر گناہ سے محفوظ رکھیں۔

(۱۷) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا اتباع کریں شکل صورت وضع قطع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی طرح اختیار کریں۔ آپ کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی جو سینہ مُبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔ خُوب سمجھ لیں اور دُشمنوں کی طرف مائل نہ ہوں۔

(۱۸) اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کرائیں علم دین پڑھائیں۔ حدیث و تفسیر فقہ و فتاویٰ کا مدرس بنائیں کافروں اور فاسقوں کی صحبت سے اور اُن کی طرح طور و طریق اختیار کرنے سے بچائیں۔

جب اولاد بالغ ہو جائے تو شادی کریں جو سُنّت کے مطابق سادہ ہو ریاکاری اور دُنیا داری کے طریقہ پر نہ ہو قرض لے کر نہ ہو۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے دین دار جوڑا تلاش کریں۔

(۱۹) حضرات عُلمارِ کرام کی مجلسوں میں جایا کریں اور اولاد کو بھی لے جایا کریں۔ نیک بندوں سے تعلّق رکھیں اُن کے پاس اُٹھا بیٹھا کریں۔ اہلِ سُنّت حضرات عُلماء کرام کی کتابیں پڑھا کریں۔ تاکہ دُنیا کی محبّت کم ہو اور دل میں آخرت کی محبّت جگہ پکڑے اگر کوئی مُرشد کامل متبعِ سُنّت مل جائے جو متقی ہو اس سے بیعت ہو جائیں بیعت۔ صرف نام کے لیے نہ ہو شیخ کی تعلیمات پر عمل کریں۔ بیعت ہونا اصلاح نفس اور کثرتِ ذکر کے لیے ہے۔

(۲۰) تمام گناہوں سے پکّی توبہ کریں اور جب کبھی گناہ ہو جائے تو جلدی توبہ کی طرف متوجہ ہوں اور کثرت سے یہ پڑھتے رہا کریں "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" اور سوتے وقت بھی اس کو تین بار پڑھیں۔

مُسلمان کا کام ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے بندوں کو کامیاب اور بامُراد بتایا ہے۔ سورۃ النور میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے تو ایسے لوگ بامُراد ہیں۔) وَمَا علینا اِلّا البلاغ المبین

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قطعۂ وفات حسرت آیات

بانی دارالعلوم الاسلامیہ لاہور حضرت قاری سراج احمد صاحبؒ (م ۵ ربیع الثانی، ۱۳۹۰ھ) کی وفات پر حکیم الاسلام حضرت العلامہ قاری محمد طیبؒ صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔ حضرت قاری صاحبؒ حکیم الاسلام قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

یہ قبر خاک کا تودہ نہیں ــــ ہے اک فانوس
کہ جس میں شمع درخشاں سراج احمد ہے

نہیں یہ گنجِ زر و نقرہ خاک میں مدفون
یہ گنج رُوح سماوی سراج احمد ہے

باسم قاریٔ و مقری محافظ تجوید
غلامِ احمد و قرآن سراج احمد ہے

رکی بصدقِ فراواں بنائے دارالعلوم
فروغِ فنِّ قراءت سراج احمد ہے

ہے آج جس کی ضیا سے فروغ پا لاہور
وہ نور جلوۂ قرآن سراج احمد ہے

وہ خیرِ محکم کا عمل جس کے مَنْ میں تھا جاری
وہ روحِ فضل فراواں سراج احمد ہے

تقیؒ و صالح و مخلصِ مُعاون و محُسن
باین صفات منوّر سراج احمد ہے

(م ۵ ربیع الثانی، ۹۳۹)

نیاز و عجز و تواضع سے تلطّف اور شفقت
جو دائرہ ہوں تو مرکز سراج احمد ہے
یہی وہ نُور ہے جس سے یہ قبر ہے روشن
اسی کا مظہر عالی سراج احمد ہے
الٰہی رحم و کرم کی نظر سے دیکھ اس کو
سراج ہے یہ ترا اور سراجِ احمد ہے

(نزیل لاہور ۲۶-۵-۱۳۹۸ھ)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز
NBB
نفیس بُک بائنڈرز
ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے
نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے
مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں
۱۶- ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

مہاتما گاندھی کا بیٹا مُسلمان کیسے ہُوا؟

ایک بھولی بسری داستان

محمد یامین شورو صاحب، خطیب جامع مسجد من وڈی ٹنڈو الٰہ یار

گاہے گاہے باز خواں ایں قصّۂ پارینہ را

ہیرا لال نے ہندوستان کے ایک مشہور قومی لیڈر اور بیرسٹر موہن داس کرم چند گاندھی (جو کہ عموماً مہاتما گاندھی کے نام سے مشہور ہے) کے گھر میں زندگی کی پہلی سانس لیتے ہُوئے آنکھ کھولی۔ ہیرا لال گاندھی ابھی چھوٹے ہی تھے کہ اُنھوں نے عام آدمی کی قابلِ رحم حالت کو محسوس کیا جو کہ کسمپرسی کے عالم میں زندگی بسر کر رہے تھے ہندوستان میں ایک طرف برطانوی سامراج نے مقامی باشندوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے ہُوئے آمر بن کر ان کی فطری آزادی سلب کر کے زندگی کی راہیں تنگ کر دی تھیں اور مطلق العنان حاکم بن کر اپنی من مانی کے مطابق حکم چلا رہا تھا، تو دوسری جانب ہندوستانی قوم کا ایک مخصوص طبقہ اپنی مصنوعی بالادستی مذہب کے سہارے قائم کر کے خود کو بنی نوع انسان سے پاکیزہ تر اور قدر و منزلت، عزت و شرف میں ارفع و اعلیٰ سمجھتے ہُوئے عام آدمیوں کا معاشی و اقتصادی، مذہبی و ملّی استحصال کر رہا تھا۔ یہ اُونچے طبقہ میں شمار ہونے والا استحصالی گروہ "برہمن" کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والا ہر فرد عام آدمی کو اپنے برابر تو کجا، انسان تک تصوّر نہ کرتا تھا۔

ہندوستان کے عالمی شہرت یافتہ قومی لیڈر مہاتما گاندھی کے گھر میں نومولود ہیرا لال ایسے وقت پالا پوسا جا رہا تھا جب ان کے والد (مہاتما گاندھی) برطانوی سامراج سے محاذ آرائی کرتے اپنے ہم وطن بھائیوں کو سمندر پار فرنگی غیروں کی غلامی سے نجات دلانے کی خاطر چلنے والی تحریک آزادیٔ ہند میں سرگرمی سے حصّہ لے رہے تھے۔ بایں وجہ اُنھیں اتنا وقت ہی کہاں مل سکتا تھا کہ وہ اپنے ننھے مُنّے اور چہیتے فرزند ہیرا لال کی تربیت پر بذاتِ خود توجّہ دے سکتے۔

ہیرالال کی تعلیم و تربیت، وقت کے نامور اساتذہ کی نگرانی میں شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ معلوم ہونے لگا کہ اس کا مذہب کیا ہے اور کونسا مذہبی فرقہ ہے؟ جبکہ اس نے اپنے آپ کو بھی اسی مذہبی فرقہ برہمن کا ایک فرد پایا جوکہ عوام النّاس کا ہر طرح سے استحصالی طبقہ بنا ہوا تھا۔ یہ طبقہ ہندوؤں کے جملہ طبقہ جات میں انتہائی اونچا اور ترقی یافتہ تھا۔ ہندوؤں کے مذہبی عقائد کے مطابق کائنات کی کارسازی اور دُنیا و مافیہا کا نظام ان تین خداؤں کے زیرِ نگرانی چل رہا ہے جنہیں وہ برہما، وشنو اور شِو کے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ جبکہ ہندوؤں کے مندروں۔ پوجا گھروں اور پاٹھشالاؤں وغیرہ میں تین چہروں والا رکھا ہوا مجسّمہ ان کے اسی مذہبی عقیدہ کی طرف غمازی کرتا ہے۔

ہندو دھرم کے مطابق برہما: ایسا خُدا ہے جس نے جملہ کائنات کو پیدا کیا اور ارض و سما کے مابین بسنے والی جمیع مخلوقات کے اسباب خورد و نوش کا بندوبست کرکے ان سب کو اس دُنیا میں آباد کر کے فارغ ہو کر خود جا کر تنہا بیٹھا ہوا ہے۔ اب انسان میں سے کوئی بھی اس کی قربت و مصاحبت حاصل نہیں کرسکتا۔

وشنو: ایسا خدا ہے جو آلام و شدائد، مشکلات و مصائب سے بچاتا رہتا ہے اور لوگوں لوگوں کے بگڑے ہوئے حالات بناتا ہے۔ جملہ کائنات کی ترقّی، نشوو نما، مسرّت و کامرانی غرض ہر طرح کا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے

شِو: ایسا خُدا ہے جو شکست و ریخت، آندھیاں طوفان اور زلزلے وغیرہ لاکر ہلاکت و تباہی پیدا کرتا رہتا ہے۔

ہیرالال اپنے اس ہندو مذہب کو بنظر عمیق دیکھنے لگا جس کی بنیادیں ۳ ہزار سال قبل مسیح سے ہندو معاشرہ میں پیوست تھیں اور اسی مذہب کے عقائد، تین خداؤں کی حقیقت اور ہندو مذہب کی قدیم کتابوں مثلاً وید، رامائن، یگ وید اور گیتا کا گہرا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مع ہذا ہندو مذہب کے بدھ دھرم سے تصادم کو بھی اپنی عقل و ذہن کی کسوٹی پر پرکھنے لگا جو کہ ۵ سو سال قبل مسیح سے لے کر مذہبی کشمکش کی صُورت اختیار کرکے دھرمی لوگوں میں رسہ کشی اور دھرمی سماج میں ہنگامہ آرائی کا سا سماں پیدا کر رہا تھا۔ جبکہ اسی کشمکش کے دوران بدھ دھرم نے وید مذہب کو شکست و ہزیمت دے کر اس کی جگہ تسلّط جما لیا تھا اور اپنی مذہبی رسومات، قوانین و قواعد "منو" کی صورت میں ظاہر کر دیئے تھے۔

ہندو دھرم کے جھگڑے

ابتداء میں ہیرالال کی توجہ ہندو دھرم کے نظریات اور دھرمی مت بھید کی جانب نہ تھا۔ یہ نظریے مثلاً لاتعداد خدا، مذہب کی آڑ میں عام انسانوں کے ساتھ اجتماعی ظلم اور لوگوں میں طبقاتی تقسیم وغیرہ تھے۔ پہلے پہل ہیرالال کو یہ سوچ تو کیا پتہ تک نہ تھا کہ ہندو دھرم غلط اور باطل ہے جس کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ خود بھی برہمن خاندان میں سے تھا جو کہ ہندو مذہب میں مقدس مانا جاتا ہے۔ لہٰذا انھیں مذہبی تقدس کے باعث بہت کچھ فائدہ معاشی و معاشرتی ہو رہا تھا۔ جیسا کہ اکرام و تعظیم، عزّت و منزلت، دولت و ثروت، دامے درمے ہدایا و تحائف کا عوام و خواص سے ملنا وغیرہ۔

ہیرالال وکالت پاس کرنے تک اپنے تدریسی مشاغل میں ہمہ تن مصروف رہا۔ وکالت کے امتحان میں کامیابی کے بعد شادی کی اور ساتھ ہی وکالت کے پیشہ کا باقاعدہ آغاز کیا۔ فارغ اوقات میں وہ علم و ادب سے بھی دل چسپی زیادہ تر رکھنے لگا۔

وکالت نے ان کو سماج کی حالتِ زار اور اجتماعی بُرے ماحول کو قریب سے معلوم کرسکنے کا موقعہ فراہم کیا۔ ایسا ماحول اور سماج جس میں اس کے ہم وطن عام آدمی رات دن بسر اوقات کر رہے تھے۔ اور ہیرالال کو اس ظلم کی چکی کو بھی نزدیک سے دیکھنے کا موقعہ ملا جس میں ہندو لوگ دوسرے مذہبی لوگوں کے مقابلہ میں بُری طرح پس رہے تھے بلکہ ہندوؤں میں سے چند ایسے بھی گروہ تھے جنھیں اچھوت کے نام سے پکارا جاتا تھا اور دھرمی لوگ سمجھتے تھے کہ یہ محض برہمن کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جنھیں خدمت کرنے کے علاوہ کسی قسم کی کوئی نجات یا اجر و ثواب حاصل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں بلّی اور مینڈک کے مارنے کے جرمانہ اور اچھوتوں میں سے کسی نومولود کے قتل کے جرمانہ میں کوئی بھی فرق نہ تھا۔

بصیرت و بشارت

اس ظالم ہندو طبقہ نے ہیرالال کو اپنی جانب دیکھنے اور اپنے گریبان میں جھانکنے (یعنی برہمنوں پر گہری نظر سے پرکھنے) پر مجبور کردیا تاکہ وہ اسی اثناء میں اس مذہب کے صحت و بطلان کے متعلّق کوئی قطعی رائے قائم کرسکے۔ وہ مذہب جس نے عام لوگوں کے مابین فرقے اور طبقے بنا کر رکھ دیے تھے تا آنکہ

ہندو دھرم کے ماننے والوں میں بھی فرقے اور طبقے بنا دیے تھے۔

ہیرالال کو یہ احساس شدید تر ہونے لگا کہ وہ مسلمانوں کو بھی دیکھیں جو اس کے ملک ہندوستان میں مذہبی لحاظ سے تعداد میں دوسرے نمبر پر تھے۔ یہ مسلمان تو فقیر و امیر شاہ و گدا میں کوئی بھی فرق روا نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی نامعلوم تن تنہا آدمی اور اُونچے خاندان میں فرق۔ اونچ نیچ یا ان کو فرقوں اور طبقوں میں تقسیم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ ـــــ تعلیماتِ اسلامیہ اور احکاماتِ دینیہ کو گہرے فکر غور و خوض سے مطالعہ کرنے میں اس کا دلی اشتیاق دن بدن بڑھتا رہا۔ خصوصًا اس وقت جب اُسے یہ معلوم ہُوا کہ ہندوؤں کی کتابوں نے بھی حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نبی آخر الزماں ہوکر آنے اس کی سچّی نبوّت کی علامات، اس ذات و صفات کے متعلّق پیشگی بشارت دیتے ہُوئے لکھا ہے جیسا کہ سام وید کے دوسرے حصہ کے چھٹے اور آٹھویں حملہ میں آیا ہے کہ "احمد اپنے پالن ہار سے شریعت حاصل کرے گا۔ جو کہ حکمت (دانائی) سے بھری ہُوئی ہو گی اور اس شریعت سے ایسی روشنی ملے گی جیسے سُورج سے ملتی ہے۔(۱)

ایک کتاب "ھوچیا پران" میں آیا ہے کہ سندھ کے راجا بھوج بادشاہ کو خواب میں ایک شخص نظر آیا جس نے اسے کہا کہ "تجھے اس شخص کا دین قبول کرنا چاہیے جو ایک صحرا میں ظاہر ہوا ہے وہ پیدا ہوتے ہی "مختون" (ختنہ شدہ) ہے اس کا کلام ایسا ہے جو سُننے کے قابل ہے اسے "رام" نے چنا ہے۔ وہ پاک گوشت کھاتا ہے اس کے ہاتھ پر بہت سے معجزے ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ دُشمن کے نقصان سے محفوظ ہے (یعنی اسے دُشمن قتل نہیں کرسکتے) اس کا نام "محامد" (یعنی کثرت سے حمد کرنے والا) ہے۔(۲)

حق ہی غالب رہے گا

ہیرالال نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلّق یہ پیشگی بشارتیں پڑھیں۔ اسی طرح اسے دینِ اسلام اور قرآن شریف کے بارے میں بہت کچھ معلومات ہوتی گئیں اب اس کے ذہن میں خُدا کا وہی فرمان گونجنے لگا کہ

اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سُنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سُنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر۔ (۱۶۴)

بھیجے پیغمبر خوش خبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ (۱۶۵)

(سورۂ نساء رکوع ۲۳ - ترجمہ شیخ الہندؒ)

ہیرالال نے اپنے آگے حق کی روشنی چمکتے اور اُوپر بلندی کی طرف چڑھتے دیکھی تو ایمان لاکر مُسلمان ہُوا۔ اور وہ جس راہِ حق کی تلاش کر رہا تھا اس کی طرف جانے والا راستہ بالآخر اسے مل ہی گیا۔ جب خود اُس نے یہ ارشادِ خداوندی پڑھا کہ

اور جو کوئی چاہے سِوا دین اسلام کے اور کوئی دین سُو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔ (۸۵) (سورۂ آل عمران رکوع ۹ ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس کے بعد ہیرالال نے اپنے اسلام کے اظہار و اعلان کا مصمم ارادہ کیا جبکہ اس کے مُسلمان ہونے کا اور ہدایت کی راہ اختیار کرنے اور سرِعام اعلان کرنے کا سہرا دو مشہور علماء کرام حضرت مولانا زکریا مینار صاحب اور مولانا نذیر احمد خجندی صاحب ارکان جمعیت تبلیغ اسلام، بمبئی کے سر پہ سجتا ہے۔ ان حضرات نے ہیرالال کی اسلام کی خاطر بڑھتی ہُوئی تڑپ۔ طلب و اشتیاق کو معلوم کرلیا جو کہ پیش ازیں اس کے سینہ میں روز افزوں بے چینی پیدا کر رہی تھی۔ اسی طرح مذکورہ عُلماء کرام نے ہیرالال کے ہندو مذہب سے بیزاری اور ایک سچّے آسمانی کتاب والہامی دین (مذہب اسلام) کا مخلص تابعدار بننے، اسلام اور عیسائیت (یا دیگر مذاہب یا فرق باطلہ) کے مابین تمیز کرنے والی صلاحیّت کو بھی محسوس کرلیا تھا۔ انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہُوئے ان دونوں بزرگوں نے ہیرالال گاندھی کے ہاں پہنچنے کی خاطر ناگ پور شہر کا سفر اختیار کیا۔ تاآنکہ وہاں پہنچ کر انھوں نے ہیرالال کو یقین دلایا کہ جس چیز اور جس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کی رُوح متلاشی اور اُداس ہے۔ وہ تو پُورے کا پُورا اسلام ہی کے اندر موجود ہے۔ یہ اسلام تو پیدائش کائنات سے لے کر خدا کا پسندیدہ دین رہا ہے۔ مذکورہ دونوں علماء کرام صاحبان اسلام کے احکامات کے متعلّق مزید وضاحت سے بتاتے رہے۔ تاآنکہ خُدا کے چاہنے کے بعد وہ اسلام قبول کرنے کے لیے پُوری طرح تیّار ہُوا۔

مصری جریدہ "الاسلام" کے نامہ نگار کے لکھنے کے مطابق جو اس پورے واقعہ کا عینی گواہ تھا لکھتا ہے کہ ہیرالال ۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ کی شام بمبئی پہنچا اور مولانا زکریا اور مولانا نذیر احمد و دیگر علماء کرام

اور معزز مسلمانوں سے ملاقات کی۔ بعد میں اس نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اسوقت اس کی عمر پچاس برس تھی۔ اعلان کے بعد آنے والے جمعہ کے دن سفید پیرہن، سفید ململ کا عمامہ باندھ کر جامع مسجد بمبئی میں پہنچا اور بیس ہزار سے زیادہ آئے ہوئے نمازیوں کے سامنے جامع مسجد میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا جس کے بعد اسے عبداللہ ہیرالال گاندھی پکارا گیا۔ اسلام کے اس اعلان کے بعد جامع مسجد کے منبر پر بیٹھ کر تقریر کی اور مسلمانوں کے اس بڑے اجتماع کو یوں مخاطب ہوا کہ "آپ سب جانتے ہیں کہ میں ایک بڑے ہندو لیڈر مہاتما گاندھی کا بیٹا ہیرالال ہوں۔ میں اِن ہزارہا گواہوں اور مسلمانوں کے اس عظیم الشان اجتماع کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اسلام سے حقیقی عشق ہے۔ مجھے قرآن سے محبت ہے۔ میں ایک خدا پر ایمان و یقین رکھتا ہوں اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانتا ہوں جو کہ خاتم النبیین ہیں یعنی نبوت کے سلسلہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاتمہ ہوچکا۔ اب اس کے بعد قیامت تک خدا کی طرف سے کوئی دوسرا نبی و رسول نہیں آئے گا۔ قرآن پاک جو جو احکامات، لایا وہ سب برحق ہیں، قبر سے اُٹھنے اور حشر نشر، حساب کتاب، عذاب و ثواب، بہشت و دوزخ یہ سب برحق ہیں، فرشتے اور تقدیر برحق ہے میں آج کے بعد قرآن پاک کی خاطر (اس کے احکام پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے) زندہ رہونگا اور مروں گا۔ اسلام کا ہر طرح دفاع کروں گا اور اس کی حمایت میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند مضبوط ہو کر کھڑا رہوں گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو بہشت کی بشارت دیتا رہوں گا۔ اور اس کی روشنی میں اپنے خاندان اور اپنی قوم کو دعوت دیتا رہوں گا۔ یقین جانیے کہ یہ دین حق وہی علم، ثقافت، تہذیب عدل، امانت، رحمت اور مساوات والا دین ہے۔ (۴)

مذکورہ بالا اہم واقعہ کا ردِّ عمل

"الاسلام" میگزین کا نامہ نگار آگے لکھتا ہے کہ، اخبارات و ٹیلیگرام کے ذریعہ پورے ہندوستان میں ہیرالال کے مسلمان ہونے کی خبر پھیل گئی۔ ہندوؤں پر گویا بجلی گر چکی تھی۔ ہیرالال کے مسلمان ہونے والی سننے سے مہاتما گاندھی پر سکتہ طاری ہوگیا اور رنج و ملال ہوا کسی وجہ ایک دو دن تک کھانا پینا چھوڑ دیا۔ بڑی بڑی دکانیں شاپنگ سینٹر، ہندوؤں کے تجارتی مراکز، انڈسٹریز اور کارخانے اسی غم و اندوہ کی وجہ سے بند ہوگئے۔ مہاتما گاندھی اپنے بیٹے کے مسلمان ہونے پر بے حد غضب ناک صورت میں غصہ

سے لال ہوگیا اور سخت ردِّ عمل کا اظہار کیا۔ اسی طرح ہندوؤں کے اخبارات اور مختلف تنظیموں کے ہندو لیڈروں نے بھی ہیرالال کو سخت دھمکیاں دیں اور غم وغصّہ کا اظہار کیا، لیکن مسلمانوں نے جامع مسجد میں ہیرالال کے اسلام لانے والے اعلان کا بے حد خوشی اور گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔

مولانا زکریا ینار صاحب نے عوام کے سامنے خوشی کا اظہار کیا اور عوام کے آگے ہیرالال سے کی گئی ملاقاتوں کا قصّہ اور ہیرالال کو دین کی دعوت دینے کا تفصیل سے ذکر کیا اور اُس کے ساتھ نئے ہوئے والے مسلمان عبداللہ ہیرالال گاندھی کے لئے ہُوئے اسلام کے متعلق محبّت، رضا مندی اور ان کے دین اسلام کو دیگر جملہ مذاہب سے برتر و بالا سمجھنے کا بھی تذکرہ کیا۔ آخر میں مولانا زکریا نے نمازیوں کو مخاطب ہوکر کہا کہ، وہ اپنے نئے مسلمان بھائی کو مُبارکباد دیتے ھُوئے مصافحہ کریں۔ بس پھر کیا تھا؟ یہ کہ لوگوں کا سمندر ٹوٹ پڑا، لیکن مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہُوئے ایک ایک ہوکر ہاتھ ملاتا مبارک باد کہتا گیا جبکہ مصافحہ کا سلسلہ بھی تین گھنٹہ تک قائم رہا۔ بعدازاں مصافحہ مسلمانوں نے ہیرالال کو فرطِ محبّت سے اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر گلی کوچوں میں نعرۂ تکبیر لگاتے ہُوئے سیر کرائی۔

اس واقعہ سے چند ہفتے بعد جناب عبداللہ ہیرالال گاندھی کو سورت انڈیا کے شہر میں ایک بڑے اسلامی اجتماع میں مدعو کیا گیا۔ جہاں عبداللہ گاندھی نے واضح الفاظ میں تفصیل سے بتایا کہ اسے اسلام قبول کرنے پر کس کس قسم کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ساتھ ہی اس نے ہندوؤں کے جان سے مارنے قتل وغیرہ کی دھمکیوں کا بھی ذکر کیا۔ اس تقریر میں اُنھوں نے جو کچھ کہا اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"مَیں نہ تو پشیمان ہوں اور نہ ہی اس دین حق کو قبول کرنے پر مجھے کوئی ندامت وتأسف ہے جیسا کہ کہا جارہا ہے یا پروپیگنڈہ وغیرہ کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور وہ میرا گواہ ہے کہ، مَیں نے جس صدائے حق پر لبّیک کہہ کر اپنے ضمیر کے آواز کو قبول کیا ہے۔ وہ تو محض اپنے گم کردہ راہ کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ اور اس حلقہ اور اس جماعت کے ساتھ ملنے کے لیے کیا تھا جو مجھ سے اوجھل ہوکر آنکھوں سے غائب و مستتر ہوگیا تھا۔ اب وہ گم گشتہ راہ اور ہدایت والی جماعت مجھے ہاتھ لگ چکی ہے جس کے بغیر اسی راہ اور جماعت کے ساتھ چلتے، خدا تعالیٰ کی آخری کتاب کی روشنی میں عمل کرتے ہُوئے باطل کے سامنے ڈٹ کر کھڑا رہنا غیر ممکن ہے۔ باطل نہ تو آگے آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے۔ کیونکہ ہماری زندگی

کی رفتار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

عبداللہ لال لال نے اپنی تقریر کے آخر میں ہندوؤں کو ضمیر غائب کی صورت میں مخاطب ہوکر کہا

اس قوم (ہندو قوم) کے لیے بہتر تو یہ ہوگا کہ وہ جب بھی موجودہ زہر آلودہ زندگی سے اپنی جان آزاد کرانے

کے لیے سوچیں تو انہیں چاہیے کہ وہ تعصب، ہٹ دھرمی اور تنگ نظری یا ضد سے خالی ہوکر اسلام

کی حقانیت پر غور کریں اور اسلامی اخوت کی حقیقت کا گہرا مطالعہ کریں۔

اگر وہ اسلام کو نہ بھی چاہیں تب بھی اگر انصاف سے فیصلہ کریں گے تو نتیجہ ہمارے فائدہ میں ہوگا

تو پھر انہیں چاہیے کہ ہمارے متعلق بھی اسی کے مطابق سوچیں اور مہاتما گاندھی جی کے پیروؤں کے لیے

بھی یہی خیالات رکھیں بلکہ مشرق و مغرب تک کی ساری دُنیا کے لیے بھی یہی رائے رکھیں۔ (۵)

مرجع و مصادر

(۱) عربی مجلہ الوعی الاسلامی شمارہ ۲۵۶ دسمبر جنوری ۱۹۸۶ء ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

مضمون: کیا ہندوؤں اور مجوسیوں کی مذہبی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلامی شریعت

لانے کی بشارت دی گئی تھی؟

مضمون نگار: جناب عزت طہطاوی

(۲) حوالہ سابق

(۳) عربی میگزین الاسلام (مصر) شمارہ ۵ اجولائی ۱۹۳۶ء

مضمون: گاندھی کا بیٹا طوقِ اسلام پہنتا ہے۔

مضمون نگار: محمد ابن ہلال

(۴) حوالہ سابق

(۵) عربی میگزین الاسلام (مصر) شمارہ ۲۴، ستمبر ۱۹۳۶ء

مضمون: سورت شہر میں مسلمانوں کے تاریخی اجتماع میں گاندھی کے بیٹے کا خطاب۔

مضمون نگار: نامہ نگار جریدہ الاسلام

ملاحظہ: مذکورہ بالا مضمون ریاض سعودی عربیہ سے شائع ہونیوالے عربی ماہنامہ الفیصل ماہ رجب ۱۴۱۳ھ

جنوری ۱۹۹۳ء میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان قصۃ اسلام ابن غاندی کا ترجمہ ہے۔

مولانا محمدؐ موسیٰ صاحبؒ
مرسلہ: ڈاکٹر محمد امجد

تیار ہو جاؤ

مسلمانو! اُٹھو بہرِ عمل تیّار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اَب تیّار ہو جاؤ
اُدھر اغیار ہیں خوشیاں ہیں اور فرحت کا عالم ہے
ادھر ہم ہیں دل پُر داغ ہے اور چشمِ نم ہے
بہت غم ہیں مگر سب سے بڑا غم ہے تو یہ غم ہے
جو بہرِ سجدۂ حق تھا وہ سر پیشِ بُتاں خم ہے
صحابہؓ کے طریقے پر جو ہم ثابت قدم ہوں گے
تو بے جاہ و حشم ہی صاحبِ جاہ و حشم ہوں گے
پھٹے حالوں میں بھی اس درجہ پھر با رُعب ہم ہونگے
کہ جتنے بھی یہ سرکش بُت ہیں سر اُن کے خم ہوں گے
مسلمانو! اُٹھو بہرِ عمل تیّار ہو جاؤ
نہیں یہ وقت غفلت کا بس اب تیّار ہو جاؤ

(گلستان قناعت ص ۱۴۶)

(مضامین علمیہ)

سُنّت اور حدیث

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

عربی لغت میں سُنّت کے معنیٰ

۱۔ ابن درید کتاب الجمہرۃ میں لفظ سُنّت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

السنة معروفة وسن فلان سنة حسنة أو قبيحة يسنها سنا

سُنّت کا معنی (عام رستہ) معروف ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص نے اچھی یا بُری سُنّت (طریقہ) جاری کی۔

۲۔ علاّمہ زمخشری اپنی کتاب اساس میں لفظ سُنّت کے تحت لکھتے ہیں۔

سن سنة حسنة طرق طريقة حسنة واستن بسنة فلان تسنن عامل بسنة

فلاں شخص نے سُنّتِ حسنہ جاری کی یعنی اچھا طریقہ تجویز کیا اور فلاں شخص کی سُنّت کی پیروی کی یعنی اس کے طریقے پر عمل کیا

۳۔ علاّمہ ابن منظور افریقی لسان العرب میں لکھتے ہیں :

السنة السيرة حسنة كانت اوقبيحة قال خالد بن عتبة الهذلى

فلا تجزعن من سيرة انت سرتها　　فأول راضٍ سنة من يسيرها

اور سُنّت بمعنی سیرت بھی آتا ہے خواہ اچھی ہو یا بُری چنانچہ خالد ہذلی کا شعر ہے

جو سیرت تم نے اختیار کر لی ہے اس سے ہرگز مت گھبراؤ اس لیے کہ جو شخص کوئی سیرت اختیار کرتا ہے وہی اس کو سب سے پہلا پسند کرنے والا ہوتا ہے۔

۴۔ لسان العرب ہی میں ہے۔

وكل من ابتداء امرًا عمل به قوم بعده قيل هو الذى سَنّه. قال نصيب

کانی سننت الحب اول عاشق من الناس اذ احببت من بینھم وحدی

اور جو شخص کسی بھی کام کو کرتا ہے اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے فلاں شخص نے یہ سُنّت جاری کی۔ نصیّب شاعر کہتا ہے۔

گویا میں ہی دُنیا میں پہلا عاشق ہوں جس نے محبّت کی سُنّت جاری کی اس لیے کہ میں ہی ان میں اکیلا محبّت کرنے والا ہوں

۵۔ شمر بن حمدویہ نے کہا

السنة فی الاصل سنة الطریق وھو طریق سنه اوائل الناس فصار مسلکا لمن بعدھم۔ وسن فلان طریقا من الخیر یسنه اذا ابتدأ امرًا من البر لم یعرفه قومه فاستسنوا به وسلکوه

سُنّت وہ راستہ ہوتا ہے جس پر پہلے لوگ چلتے آئے حتّٰی کہ وہ بعد میں آنے والوں کے لیے مسلک بن جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ فلاں شخص نے خیر کا راستہ جاری کیا۔ یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس نے کسی ایسے نیک کام کی ابتداء کی ہو جس سے لوگ ناواقف ہوں اور اس کو دیکھ کر سب نے وہ کارِ خیر اختیار کیا ہو، اور اس کی پیروی کی ہو۔

ان اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ لغت میں سُنّت اس عمل اور طریقے کو کہتے ہیں جس کو بعد میں لوگوں نے اختیار کر لیا ہو (جیسا کہ شمر بن حمدویہ کے اقتباس سے ظاہر ہے) یا لوگوں نے جس کو اختیار کرنا ہو (جیسا کہ نصیّب کے شعر سے واضح ہے) دوسرے لفظوں میں سُنّت وہ رستہ ہے جو پیروی اور اتباع کے قابل ہو۔ اسی بناء پر لغت کے اعتبار سے سنت الطریقة المسلوکة (عام پامال رستہ) کو کہتے ہیں۔ پھر وہ راستہ اچھّا بھی ہو سکتا ہے اور بُرا بھی۔ جن اہلِ لغت نے اسکے ساتھ حسنہ (اچھے) کا ذکر کیا ہے اس کو انھوں نے بطورِ مثال ذکر کیا ہے۔ حسنہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ قرآن و حدیث میں بھی اس کا استعمال دونوں طرح کے طریقوں میں ہے۔

اچھے طریقے میں استعمال کے بارے میں یہ آیت ہے۔

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا (سورۂ اسراء)

تم سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان کی سُنّت (یعنی راہ حق پر ثابت قدمی)
بُرے طریقے میں یہ استعمال ہے۔
كذلك نسلكه في قلوب المجرمين لا يؤمنون به وقد خلت سنة الاولين
(سورہ حجر)
ہم اسی طرح اس (کفر و استہزاء) کو مجرموں کے دلوں میں داخل (و جاگزیں) کر دیتے ہیں۔ وہ اس (نبی) پر ایمان نہیں لاتے۔ پہلی قوموں کی راہ پڑ چکی ہے (اسی پہ یہ بھی چل رہے ہیں)

اسی طرح ایک ہی حدیث میں سُنّت کے لفظ کا دونوں طریقوں میں استعمال ہُوا ہے۔

من سَنَّ سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شئ ومن سَنَّ سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شئ

جس شخص نے کوئی اچھی سنّت جاری کی اس کو اس پر عمل کا اجر بھی ملے گا اور دوسرے عمل کرنے والوں کا اجر بھی۔ اس کے بغیر کہ ان کے اجر میں کوئی کمی آئے اور جس شخص نے کوئی بُری سُنّت جاری کی اس پہ اپنا گناہ بھی ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس کے بغیر کہ اُن کے گناہ میں کوئی کمی آئے۔

دینِ اسلام میں سُنّت کا معنی

اُوپر معلوم ہو چکا کہ از روئے لغت سُنّت کا مطلب الطريقة المسلوكة (چلا ہُوا اور پامال رستہ)۔ اس معنی کی رعایت کرتے ہُوئے دین میں سُنّت کا معنی ہو گا الطريقة المسلوكة في الدين (دین میں پیروی کیے جانے کے قابل طریقہ)

البتہ یہاں دو فرق آجائیں گے۔

۱- دین تو سارے کا سارا خیر پر مشتمل ہے اور شر سے دُور ہے لہٰذا دین میں سُنّت تو

فقط حسنہ ہی ہوگی۔

۲۔ چونکہ سنّت میں اتباع کا معنی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا دین میں سُنّت صرف ان ہی لوگوں کی ہوگی جن کی اتباع کا شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے۔

دین میں کن لوگوں کے اتباع کا حکم ہے

۱۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

قرآن پاک میں ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر

بخدا تمہارے لیے رسول اللہ (کی مقدس ہستی) میں بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر سے ڈرتا ہے۔ اسوہ کا معنی ہے مایتأسیٰ بہ یعنی جس کا اتباع کیا جائے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

الف۔ قرآن پاک میں ہے۔

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا

اگر یہ بھی اسی طرح ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت پائی اُنھوں نے بھی۔

اس وقت کے مخاطبین صحابہ کرام ہی تھے۔

ب۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ لہٰذا ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پالوگے

قرآن پاک میں ہے۔

۳۔ تابعین وتبع تابعین

حدیث میں ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ) پھر جو اُن کے بعد ہیں (یعنی تابعین) پھر جو اُن کے بعد ہیں (یعنی تبع تابعین)۔

اس ارشاد میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان حضرات کی خیریّت اور اُن کے اتّباع کا حکم فرمایا ہے۔

دین میں مندرجہ ذیل حضرات کے طریقہ کو سُنّت کہا گیا

سُنّتِ رسول : رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے (ایک) کتاب اللہ اور (دوسرے) اللہ کے رسول کی سُنّت۔

سُنّتِ خلفائے راشدین : رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

لازم پکڑو میری سُنّت کو اور خلفائے راشدین مہدیین کی سُنّت کو

سُنّتِ صحابہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

من کان مستنّاً فلیستنّ بمن قدمات فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ اولٰئک اصحاب محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ... الخ

جو کوئی کسی کی سُنّت اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ اُن کی سُنّت اختیار کرے جو وفات پاگئے ہیں کیونکہ زندہ کے بارے میں فتنہ میں مُبتلا ہونے کے اندیشہ سے امن نہیں ہے اور یہ لوگ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب ہیں۔ . . . الخ

چونکہ صحابہ کا قول وعمل بھی سُنّت ہے۔ اسی لیے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے ایک موقع پر ایک مسئلہ کو سُنّت کہا اور مبسوط میں ہے اس سے اُن کی مُراد حضرت زید بن ثابت کی سُنّت تھی۔ والیہ اشیر فی المبسوط فقیل وقولہ سعید انہ السنۃ یعنی سنۃ زید

(ص ۳۱ کشف الاسرار علی البزدوی ج ۲)

سُنّتِ تابعین : رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی ارشاد میں یا کسی صحابی کے قول میں کسی تابعی یا اُن کے بعد والے کے طریقے اور قول وعمل کو صراحۃً سُنّت نہیں کہا گیا۔ البتّہ چونکہ حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میں تابعین اور تبع تابعین کی خیریت کو ذکر کیا گیا ہے تاکہ اُن کا اتّباع کیا جائے اس لیے امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ جو کہ خود تبع تابعین میں سے ہیں۔ تابعین کے قول وعمل کو قابلِ اتّباع سمجھ کر اس پر سُنّت کے لفظ کا اطلاق کرتے ہیں۔

امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چونکہ خود تابعین میں سے تھے اس لیے وہ دیگر تابعین کے قول وعمل کو اپنے لیے قابلِ اتّباع نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے۔

ماجاءنا عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قبلناہ علی الرأس والعین وماجاءنا عن اصحابہ رحمھم اللہ اخترناہ منہ ولم نخرج عن قولھم وما جاءنا عن التابعین فھم رجال ونحن رجال۔

ہمارے پاس جو طریقہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آئے گا ہم اُسے سر آنکھوں پر قبول کریں گے اور جو آثار صحابہ رحمہم اللہ کے ہمارے سامنے آئیں گے۔ ہم اُن میں سے کسی ایک قول کو ترجیح دیکر اختیار کریں گے اور ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلیں گے۔ (یعنی ان سب کو چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس کو اختیار کرلیں ایسا نہیں کریں گے۔) اور جو اقوال تابعین کے ہمارے سامنے آئیں گے تو وہ بھی مردِ میدان ہیں اور ہم بھی (یعنی جیسے اُنھوں نے اجتہاد کیا ہم بھی اجتہاد کریں گے۔)

(ص ۴۱ سُنّت کا تشریعی مقام ۔ مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ)

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حنفیہ تابعین کے اجتہادات کو اثبات حکم اور استنباط معنی کے اعتبار سے طریقہ حسنہ اور سنّت کہنا جائز سمجھتے ہیں لیکن خود کہتے نہیں۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ اپنی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی میں لکھتے ہیں

واھل الحجاز یقضون بالقضاء فیقال لھم عمن فیقولون بھذا جرت السنۃ ۔ وعسیٰ ان یکون قضی بہ عامل السوق أو عامل مامن

الجہات ص۱۱)

اہلِ حجاز کوئی قول کرتے ہیں اور جب اُن سے پُوچھا جاتا ہے کہ یہ قول کس سے لیا ہے تو کہتے ہیں کہ اسی طرح سُنّت جاری ہے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بات بازار کے کسی عامل یا کسی اور قسم کے عامل نے جاری کی ہو ، (یعنی جبکہ وہ اہلِ علم و اجتہاد نہ ہوں)

یہاں امام ابو یُوسف رحمہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تابعین کے طریقے کو سُنّت نہیں کہا جاسکتا۔ بس یہ فرمایا کہ مطلقاً ہر تابعی تو مُراد نہیں لے سکتے بلکہ قابل اقتدا اگر ہیں تو وہ تابعین ہیں جو مجتہد اور فقہاء ہوں۔ امام ابو یُوسف رحمہ اللہ کے ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ امام مالک اور امام اوزاعی بعض اوقات غیر مجتہد اور غیر فقیہ تابعین کے قول و عمل کو بھی سُنّت کہہ دیتے ہیں۔

وقد حکی عن الشافعی انہ اذا قال مالک السنۃ عندنا او السنۃ ببلدنا کذا فانما یرید بہ سنۃ سلیمان بن بلال وکان عریف السوق (ص ۳۰۹ ج۲ کشف الاسرار علی البزودی)

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یا ہمارے شہر میں سُنّت یہ ہے تو اس سے اُن کی مُراد سلیمان بن بلال کی سُنّت ہوتی ہے جو کہ بازار کے عامل تھے۔

اسی طرح امام ابو یُوسف رحمہ اللہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے قول پہ نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اما قول الاوزاعی علی ھذا کانت ائمۃ المسلمین فیما سلف فھذا کما وصف من اھل الحجاز او رای بعض مشائخ الشام ممن لا یحسن الوضوء ولا التشھد ولا اصول الفقہ صنع ھذا فقال الاوزاعی بھذا مضت السنۃ (ص ۲۱ الرد علی سیر الاوزاعی)

اوزاعی کا یہ کہنا کہ سابقہ ائمہ مسلمین اس طریقے پر تھے ایسا ہی ہے جیسا کہ اہلِ حجاز کے بارے میں بتایا گیا۔ یا اوزاعی نے شام کے بعض ایسے بڑوں کو وہ کام کرتے دیکھا جن کو نہ وضو اور تشہد کے مسائل سے پُوری آگاہی تھی اور نہ ہی اصول فقہ سے اور (اوزاعی نے) کہہ دیا کہ یہی سُنّت جاری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں سنّتِ تابعین کا اطلاق نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ وہ اس اطلاق کا بالکل انکار بھی نہیں کرتے مگر اس شرط کے ساتھ اطلاق کرتے ہیں کہ وہ تابعی مجتہد ہوں، البتہ دیگر حضرات کے یہاں "سُنّتِ تابعین" کا اطلاق پایا جاتا ہے۔

یہاں صرف لفظِ سُنّت کے اطلاق کے بارے میں بحث ہے۔ ورنہ وہ کبار تابعین جن کے فتاویٰ صحابہ کے زمانے میں رائج ہوئے ان کے اقوال حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں۔

اب ہمارے سامنے سُنّت کے دو فرد ہیں۔ سُنّتِ رسول اور سنّتِ صحابہ۔ ان میں بھی جو فرد کامل ہے۔ وہ سُنّتِ رسول ہے کیونکہ وہی علی الاطلاق قابلِ اتّباع ہے۔ جبکہ سُنّتِ صحابہ اول تو خود سُنّتِ رسول سے مستفاد ہے دوسرے اس کی حجیت اسی بناء پر ہے کہ وہ سُنّتِ رسول کے موافق ہے۔ سُنّت میں چونکہ سُنّتِ رسول اس کا فرد کامل ہے لہٰذا جب سُنّت کو مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے سُنّتِ رسول مراد ہوتی ہے۔ روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔

والحاصل ان الراوی اذا قال من السنة کذا فعند عامة اصحابنا المتقدمین واصحاب الشافعی وجمهور الحدیث یحمل علی سنة الرسول علیه السّلام والیه ذهب صاحب المیزان من المتاخرین۔

حاصل یہ ہے کہ جب راوی کہتا ہے کہ فلاں بات سُنّت ہے تو متقدمین حنفیہ اور اصحاب شافعی اور جمہور محدثین کے نزدیک اس سے مُراد سُنّت رسول اللہ ہوتی ہے۔ متاخرین حنفیہ میں سے صاحب میزان کا بھی یہی قول ہے۔

اور اصول میں بھی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ اصولیین جب شریعت کے چار دلائل (یعنی کتاب، سُنّت، اجماع اور قیاس) میں قیاس کو ذکر کرتے ہیں اور قیاس میں صحابہ کے اجتہادات بھی شامل ہیں تو اُن کے نزدیک سُنّت خاص ہو گئی سُنّتِ رسول کے ساتھ۔

اس کا بیان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے لگے تو اُن سے پوچھا کیف تصنع ان عرض لک قضاء؟ قال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم قال فان لم یکن فی سنة رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم قال اجتهد برائی ولا آلو... الخ

اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آیا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ میں مذکور کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں مذکور نہ ہو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں رسول اللہ کی سُنّت کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ آپ نے پُوچھا اگر وہ مسئلہ رسول اللہ کی سُنّت میں نہ ہو تو پھر (کیا کرو گے) اس پہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (پھر) میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا۔

چونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَور میں اجماع کی ضرورت نہ تھی اس لیے شریعت کے دلائل و مآخذ علی الترتیب یہ تین تھے۔ کتاب اللہ، سُنّت رسول اور صحابہ کے قیاس و اجتہادات۔ غرض اُصول میں سُنّت سے مُراد متعیّن طور پر سُنّتِ رسول ہے۔ رہی سُنّتِ صحابہ تو صحابہ کے اقوال و افعال یا تو اس پر مبنی ہیں کہ انھوں نے خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ویسا کرتے یا کہتے سُنا تھا۔ (بالفاظ دیگر وہ مرفوع کے حکم میں ہیں) یا صحابہؓ کے اجتہادات ہیں جو اصلاً تو دلیل قیاس کے ذیل میں آتے ہیں، لیکن چونکہ ان کی اتّباع کا بھی حکم ہے لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان ہی کے کسی قول کی اتّباع کی پابندی کرتے ہیں۔

تنبیہ

ہمارے اس کلام سے بخوبی واضح ہوگیا ہے کہ بعض تجدد پسندوں نے عامۃ المسلمین کے طریقے کو بھی سُنّت اور اسی طرح دین میں حجت شمار کیا ہے وہ اُن کی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ عامۃ المسلمین کا طریقہ جبکہ اسے فی الواقع مجتہدین کے قیاس یا اجماع کی تائید حاصل نہ ہو تو قرآن و سُنّتِ رسول کی رو سے قابلِ اتباع ہی نہیں تو اس کو سُنّت کہنا ہی غلط ہے۔ اور "نتیجۃً" وہ شرعی حجت بھی نہیں بن سکتا۔

سُنّت کے لیے تواترِ عملی شرط نہیں

تواترِ عملی یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ سے لے کر آج تک ہر دَور میں عمل کرنے والوں کا ایک جم غفیر اس پر عمل کرتا رہا ہو بایں طور کہ از روئے عادت ان سب کا جُھوٹ یا خطا پر اتّفاق کرنا محال ہو۔

اگرچہ بہت سے اعمال مثلاً مسواک، پانچ فرض نمازیں، نمازوں کی رکعات اور نمازوں کا قیام رکوع سجود پر مشتمل ہونا اور دیگر بہت سے اعمال میں تواترِ عملی موجود ہے، لیکن سُنّت ثابت ہونے کے لیے تواترِ عملی بہرحال شرط نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

عن بلال بن الحارث المزنی قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا ... (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

بلال بن حارث مزنی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی ایسی سنّت کو زندہ کیا جو میرے بعد متروک ہو چکی تھی تو پھر جو لوگ اس پر عمل کریں گے اُن کے اجر میں کمی کیے بغیر ان سب کے برابر اجر اس زندہ کرنے والے کو ملے گا۔

جو سُنّت منسوخ ہو چکی ہو وہ اب سُنّت نہیں رہی

چونکہ سُنّت کے مفہوم میں اتّباع اور پیروی کا معنی شامل ہے اس لیے وہ سُنّت جو منسوخ ہو چکی ہے وہ اگرچہ نسخ سے پہلے قابلِ اتّباع ہونے کی وجہ سے سُنّت تھی لیکن اب قابلِ اتّباع نہ رہنے کی وجہ سے اس کو سُنّت نہیں کہیں گے۔ اگر اس پر سُنّت کا اطلاق کریں گے بھی تو سُنّتِ منسوخہ کے الفاظ استعمال کریں گے جو خود اس پر دلیل ہے کہ وہ سنّت نہیں رہی۔

حاصل یہ ہے کہ سُنّت باقی رہنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ منسوخ نہ ہوئی ہو۔ منسوخ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک صُورت یہ ہے کہ صریح لفظوں میں نقل ہو کہ پہلے ایک عمل تھا پھر دوسرا عمل اس کی جگہ آیا جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا (مَیں نے تمھیں زیارت قبور سے روکا تھا تو سُنو اب قبروں کی زیارت کیا کرو) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک عمل کے دوام کی تو دلیل نہ ہو۔ البتّہ اس کے مقابل عمل کا ثبوت مل رہا ہو۔ مثلاً رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفع یدین کے دوام کی دلیل تو موجود نہیں البتّہ ترک رفع یدین دلیل سے ثابت ہے۔

سُنّتِ (رسول) کی تعریف

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (قابل اتّباع) قول فعل اور تقریر کو سُنّت کہتے ہیں۔

اُوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ سُنّت قابلِ اتباع طریقہ کو کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فعل وعمل کا طریقہ ہونا تو ظاہر ہے۔ ایسے کام جو دوسروں کے سامنے نہیں کیے جا سکتے یا ایسے معاملات

جن کی رسول کو خود ضرورت پیش نہ آئی ہو ان کو قول سے بیان کیا جا سکتا ہے اور جو کر کے بھی دکھائے جا سکتے ہوں اُن کو زبانی بھی بیان کر دیا جائے تو طریقہ کا علم اس سے بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول کا کسی کو کوئی کام کرتے ہُوئے دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اس بات کی خاموش اجازت اور بیان سکوتی ہے کہ یہ ہمارے طریقے کے موافق ہے۔

یہ کلام نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ان اقوال و افعال اور تقریر میں واضح ہے جن میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی قابلِ اتباع طریقہ ملتا ہے۔ رہے آپ کے ایسے اقوال اور افعال جن میں یا تو بظاہر کوئی قابلِ اتباع طریقہ نہیں ملتا یا فی الواقع سرے سے ان میں اتباع ہے ہی نہیں مثلاً

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احوالِ غیر اختیاریہ۔ ان کو خود آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیان کیا ہو یا صحابہ نے بیان کیا ہو۔ ان میں اس اعتبار سے سنیت موجود ہے کہ ان کا بیان کرنا مندوب و مستحب ہے۔

آئندہ پیش آنے والے واقعات یا جنّت دوزخ کے حالات کا بیان۔ ان میں بھی سنیت اس اعتبار سے ہے کہ ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کو بیان کرنا مندوب و مستحب ہے۔

البتّہ جو حضرات اس اعتبار سے ان کی سُنیّت کی طرف نظر نہ کریں تو اُن کے نزدیک ان میں قابلِ اتباع طریقہ مذکور نہ ہونے کے باعث یہ سُنّت میں شامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہ حدیث میں شامل ہوں گے جس کا بیان آگے آرہا ہے

اسی طرح آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وہ افعال جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً چار سے زیادہ نکاح کرنا۔ بلا مہر نکاح کرنا وغیرہ ان کے سرے سے قابلِ اتباع نہ ہونے کے باعث اُن کو سُنّت میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ البتّہ حدیث میں یہ شامل ہوں گے

حدیث

حدیث اصل میں قدیم کی ضد کو کہتے ہیں۔ پھر اس کا اطلاق گفتگو اور کلام پر ہونے لگا۔ حدیث کے اصطلاحی معنی میں اس کے اصل معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی صفت قدیم ہے جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بیان حدیث ہے۔

اصطلاح میں حدیث کا لفظ دو معنیٰ پر بولا جاتا ہے۔

حدیث کا پہلا معنیٰ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول، فعل اور تقریر (پر مشتمل بیان) کو حدیث کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ متن حدیث ہے۔

پہلے معنی میں حدیث کے اور سنت کے درمیان فرق ونسبت

حدیث کے معنی میں اتباع کا مفہوم داخل نہیں ہے جبکہ سُنّت کے معنی میں یہ مفہوم داخل ہے۔ اس لیے اگرچہ لفظوں میں سُنّت اور حدیث کی تعریف ایک ہی ہے لیکن اتباع کے مفہوم کے ان کے معنی میں داخل ہونے کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے اور ان کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وہ اقوال واعمال جو قابلِ اتباع ہیں وہ سُنّت کہلاتے ہیں جبکہ حدیث میں یہ بھی شامل ہیں۔ اور وہ اقوال واعمال بھی شامل ہیں جن میں اُمّت کے لیے اتباع کا مفہوم نہیں ہے۔ غرض حدیث عام مطلق ہے جس میں سُنّت اور غیر سُنّت دونوں شامل ہیں۔

حدیث کا دوسرا معنیٰ

متن اور سند کے مجموعہ کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے حدیث کی یہ تعریف کرنا صحیح ہے۔ ھو ما اضیف الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قولاً اَوْ فعلاً اَوْ تقریرًا یعنی وہ قول یا فعل یا تقریر جس کی نسبت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کی گئی ہو۔ اگر سند قوی ہوگی تو اس قول وفعل کی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف نسبت قوی اور قابلِ اعتبار ہوگی اور اگر سند کمزور وضعیف ہوگی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف قول وفعل کی نسبت بھی ضعیف ہوگی۔ غرض اس معنی میں حدیث میں صحیح ومقبول اور ضعیف وغیر مقبول حدیثیں شامل ہوں گی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حدیث میں تردد ہے کہ معلوم نہیں وہ مقبول ہے یا غیر مقبول ہے بلکہ اُصول وضوابط کی روشنی میں علمائے حدیث یہ تحقیق کر چکے ہیں کہ کونسی حدیثیں مقبول ہیں اور کونسی غیر مقبول ہیں۔ ہمارے پاس جو حدیث کے ذخیرے اور کتابیں ہیں ان میں اسی دوسرے معنی میں احادیث جمع ہیں اور یہی احادیث سُنّت اور حدیث بالمعنی الاوّل کو جاننے کا ذریعہ ہیں۔

سُنّت کی تصدیق حدیث بالمعنی الثانی سے ہوتی ہے

بعض تجدد پسندوں نے سُنّت کو تو حجت قرار دیا اور حدیث بالمعنی الثانی (اگرچہ وہ ایک اور غلطی یہ کرتے ہیں کہ اس موقع پر مطلق حدیث کو ذکر کرتے ہیں، کی اہمیت یہ کہہ کر گھٹاتے ہیں کہ اس میں صحیح ضعیف اور موضوع سب کچھ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم ایک طریقے اور عمل پر لوگوں کو کاربند دیکھتے ہیں اور وہ لوگ اس کے سُنّت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوں۔ تو یہ معلوم کرنا کہ وہ اپنے دعوٰی میں سچے ہیں۔ اس کے لیے دلیل چاہیے۔ کیونکہ اس کے سُنّت صحابی یا سُنّت تابعی یا کسی اور مجتہد کے قیاس و اجتہاد ہونے کا بھی احتمال موجود ہے۔ اُن کے دعوٰی کی تصدیق کے لیے حدیث بالمعنی الثانی کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی جو ہمیں راویوں کے واسطے سے بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول یا عمل اس کے موافق تھا۔

سُنّت و حدیث کی دیگر تفسیروں کی تحقیق

(۱) چونکہ سُنّت رسول اور حدیث بالمعنی الاول باہم مترادف ہیں لہٰذا بعض حضرات نے سُنّت رسول کو حدیث سے تعبیر کیا اور صحابہ وتابعین کے آثار کو سُنّت سے تعبیر کیا۔ اسی بناء پر جب عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ سے امام سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے بارے میں پُوچھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا سفیانؒ ثوری حدیث کے امام ہیں۔ سُنّت کے نہیں اور اوزاعی سُنّت کے امام ہیں حدیث کے نہیں اور مالک حدیث و سُنّت دونوں کے امام ہیں۔

(۲) بعض حضرات نے سُنّت کے طریقے کے عملی ہونے اور حدیث کے کلام ہونے کو پیشِ نظر رکھا لہٰذا اُنھوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عمل کو سُنّت اور آپ کے قول کو حدیث سے تعبیر کیا۔

(۳) بعض حضرات نے حدیث بالمعنی الثانی کو سامنے رکھ کر حدیث میں روایت کا لحاظ کیا اور یُوں تفسیر کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول و فعل اس اعتبار سے کہ وہ آپ سے صادر ہورہا ہے سُنّت ہے اور اس اعتبار سے کہ اس کی روایت کی جارہی حدیث ہے۔

❁

وفیات

○ گزشتہ ماہ بیر شریف صوبہ سندھ میں رہنے والے پاکستان کے نامور بزرگ اور عالم جمعیت علماء اسلام کے سرپرست حضرت مولانا عبدالکریم صاحب صدیقی قریشی رح وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل حضرت عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے۔ بعد ازاں طبیعت بحال نہ ہونے پر کراچی منتقل کر کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا مگر حالت نہ سنبھل سکی۔ بالآخر ۱۶ رمضان ۱۴۱۹ھ ۴ جنوری ۱۹۹۹ء بوقت شب حضرت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے حضرتؒ صاحبِ عزیمت اور تقوے میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے آپ کی وفات سے اہلِ علم طبقہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ حضرت کئی بار جامعہ میں تشریف لائے۔ بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا۔ ہر دو بزرگ ایک دوسرے کا بہت احترام اور باہم محبّت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت کی وفات سے ہونے والے نقصان کی تلافی فرمائے۔ آخرت میں حضرت کو بلند ترین درجات سے نوازے۔ اُن کے صاحبزادگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہو۔

○ تاخیر سے موصولہ اطلاع کے مطابق جمعیت علماء اسلام شکارپور کے سرپرست اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سائیں عبداللہ صاحبؒ اوست شاخ شہزادپور سندھ میں ۲۹ شعبان المعظم کو رحلت فرما گئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون آپ بہت صاف گو اور تارک الدنیا تھے۔ ساری زندگی درویشی میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

○ گزشتہ ماہ رمضان المبارک کی ۱۳ تاریخ کو حضرت اقدس بانیٔ جامعہ کے منجھلے داماد جناب سیّد سلیم صاحب کی والدہ محترمہ کئی ماہ کی علالت اور بیہوشی کے بعد وفات پا گئیں۔ انّا للہ واِنّا الیہ راجعون بہت نیک دل اور بے ضرر خاتون تھیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے۔ بھائی سید سلیم صاحب ان کے والد بزرگوار اور دیگر برادران کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اہل جامعہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

○ ماہ رمضان ہی میں حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ کے داماد حضرت مولانا طٰسین صاحبؒ کراچی میں رحلت فرما گئے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک اور ہر دلعزیز شخصیت تھے رفاہی اور خیراتی اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کی وفات سے بہت سے لوگ شدّت سے احساسِ محرومی کا شکار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے افعالِ خیرات کو قبول فرماکر اپنے دربار میں بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ہو۔ ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

○ مولانا مفتی محمدؐ انور شاہ صاحب صدر مجلس فقہی پاکستان کے والد محترم مولانا محمدؐ اکبر صاحب تقریباً سو سال کی عمر میں لکی مروت صوبہ سرحد میں عید کی رات سوا نو بجے مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم فاضل دیوبند اور مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا نے تمام عمر قال اللہ وقال الرسول میں گزاری

○ مولانا مرحوم نے سامراجی حکومت کے خلاف تحریک آزادی میں مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اکابر کے دوبدوش کام کیا۔ ۱۹۵۳ء کے ختمِ نبوّت تحریک میں بھرپور حصّہ لیا۔ جہادِ افغانستان میں بھی مولانا مالی امداد اور دُعاؤں سے سرپرستی فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم کے فرزندان میں مفتی محمدؐ انور شاہ صاحب کے سوا مولانا احمد خان صاحب ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ سنٹر المنامہ بحرین ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور مرحومؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

○ گزشتہ ماہ جامعہ کے خادم ظہور احمد صاحب کے جواں سال برادر نسبتی ۲۸ جنوری کو یرقان کی وجہ سے وفات پاگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصال ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حاصل مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

تقوٰی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: "بندہ اُس وقت تک متقین میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ بہت سی ایسی چیزوں کو استعمال کرنا نہ چھوڑ دے جن کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اُن چیزوں سے بچنے کے لیے جن کے استعمال کرنے میں حرج ہے۔"[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "بندہ تقوے کی حقیقت کو اُس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اُن چیزوں کو استعمال کرنا نہ چھوڑ دے جن کے استعمال سے دل میں کسی بھی قسم کی کھٹک پیدا ہوتی ہو"[2]

ان ارشاداتِ گرامی سے معلوم ہو رہا ہے کہ تقوٰی کی حقیقت اور اُس کی آخری اسٹیج یہ ہے کہ انسان مشتبہ چیزوں کے ساتھ ساتھ اُن چیزوں سے بھی بچے جو دل میں کسی بھی قسم کی کھٹک کا باعث ہوں۔

تقوے کی اس حقیقت کو ہمارے اکابر و اسلاف نے سمجھا تھا۔ اُن کے حالات و واقعات بتلاتے ہیں کہ وہ حقیقی معنٰی میں تقوے کی اس اسٹیج پر فائز تھے، عبرت و نصیحت کے لیے اکابر و اسلاف کے چند واقعات نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

---

[1] ابن ماجہ عربی ص ۳۱۲

[2] بخاری شریف عربی ج ۱ ص ۶

علّامہ ابن سیرینؒ کا تقوٰی

حضرت علّامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۱۰ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدّث، فقیہ، علمِ تعبیر الرؤیا کے ماہر اور انتہائی متقی و پرہیز گار بزرگ تھے ایک دفعہ شدتِ احتیاط کی وجہ سے تنگدست ہو کر مقروض ہو گئے اور قرض ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے مُدّت تک جیل میں رہے۔ مؤرخین نے آپ کے قید ہونے کا سبب یہ لکھا ہے کہ

"ایک مرتبہ آپ نے بغرضِ تجارت چالیس ہزار درہم کا تیل خریدا، تیل مشکیزوں میں تھا، اتّفاق سے ایک مشکیزہ میں مَرا ہُوا چوہا ملا۔ آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے یہ چُوہا مَعْصَرَۃ (یعنی تیل کے معدن اور ذخیرہ) میں مَرا ہو، چنانچہ آپ نے وہ سارا کا سارا تیل (نجس قرار دے کر) بہا دیا، اور تیل کی قیمت ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے مقروض ہو گئے اور مُدّت تک جیل میں رہے۔"[۱]

حضرت علّامہ ابن سیرینؒ کو جو صُورت پیش آئی اس میں شرعی فتوے کے مطابق صرف اُس مشکیزہ کا تیل ناپاک شمار ہوتا تھا جس میں مَرا ہُوا چوہا ملا تھا۔ لہٰذا صرف اسی مشکیزہ کا تیل ضائع کرنا کافی تھا، لیکن چونکہ آپ پر شدّتِ تقوٰی اور شدتِ احتیاط کا غلبہ تھا اس لیے آپ کو خیال آیا کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ چُوہا تیل کے مرکزی ذخیرہ میں گر کر مرا ہو اور پھر وہاں سے اس مشکیزہ میں آیا ہو اِس امکانی صُورت کے پیشِ نظر آپ نے سارے مشکیزوں کا تیل نجس قرار دے کر ضائع کر دیا اور تیل کی قیمت ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے مقروض ہو گئے اور مُدّت دراز تک جیل میں رہے۔

عبد الحمید بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ

"جیل کے داروغہ نے آپ سے کہا کہ رات کو آپ گھر والوں کے پاس چلے جایا کریں اور صُبح کو آ جایا کریں، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں سلطان سے

---

[۱] سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۶۱۳

خیانت کرنے پر تیرا مددگار نہیں بنوں گا۔"[1]

"ایک مرتبہ آپ نے بیع کے طور پر غلّہ خریدا، اس میں آپ کو اسی ہزار درہم کا فائدہ ہُوا، لیکن آپ کے دل میں شک پیدا ہوگیا کہ اس منافع میں سود کا شائبہ ہے۔ اس لیے پوری رقم چھوڑ دی حالانکہ اس میں مطلق رِبوا نہ تھا۔"[2]

ابن عون رحؒ فرماتے ہیں کہ

"اگر کسی طرح آپ کے پاس کوئی کھوٹا درہم یا کھوٹا سکہ آجاتا تو اس سے قطعًا کوئی چیز نہیں خریدتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ جس دن آپ کی وفات ہُوئی اس دن آپ کے پاس پانچ سو کھوٹے درہم تھے۔"[3] جو آگے نہ چلانے کی وجہ سے جمع ہو گئے تھے۔

ہشام بن حسان رحؒ فرماتے ہیں کہ

"علامہ ابن سیرین رحؒ نے فرمایا: اگر میں خواب میں بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں اور مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ غیر محرم ہے تو میں خواب میں بھی اس سے آنکھیں پھیر لیتا ہوں۔"[4]

ابو عوانہ رحؒ فرماتے ہیں کہ

"مَیں نے محمدؒ بن سیرین رحؒ کو کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتے دیکھا، مَیں نے دیکھا کہ آپ جن لوگوں کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ خود بخود اللہ کی تسبیح اور اللہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔"[5]

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کے ان محاسن کا بڑے بڑے صحابہ اور تابعین پر اتنا اثر تھا کہ وہ اُن سے جنازہ کی نماز پڑھوانا باعثِ برکت سمجھتے تھے۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو آپ کے استاذ بھی تھے اُنھوں نے مرض الموت میں وصیّت کی تھی کہ اُن کی وفات کے بعد ابن سیرین اُنھیں غُسل دیں اور

---

۱ سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۱۶ ۲ طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۹۹ ۳ ایضاً ج ۷، ص ۲۰۱

۴ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۳۶ ۵ ایضاً ج ۵ ص ۳۳۷

اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ اتّفاق سے حضرت انسؓ کی وفات کے زمانہ میں آپ قید تھے اس لیے حاکمِ شہر سے حصولِ اجازت کے بعد آپ تشریف لائے اور غسل، تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ کے بعد پھر اپنے گھر والوں سے ملے بغیر سیدھے قید خانے چلے گئے۔[1]

حضرت ثابت بُنانی رحمہ اللہ جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے نمازی تھے اُن کا بیان ہے کہ جن دنوں حضرت خواجہ حسن بصریؒ حجاج کے مظالم کی وجہ سے روپوش تھے اُن دنوں آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا۔ میں نے جلدی سے جاکر آپ کو اطلاع دی میرا خیال تھا کہ آپ مجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیں گے ... لیکن آپ نے فرمایا کہ محمد بن سیرین کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ وہ اُس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔[2]

امام ابوحنیفہؒ کا تقوٰی

علّامہ ابن سیرین رحمہ اللہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ تھے آپ نے ابھی استاذِ مکرم کے تقوے کی حالت ملاحظہ فرمائی اب ذرا شاگرد کے تقوے کی کیفیّت بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

حضرت امام صاحبؒ کے تقوے کا یہ عالم ہے کہ ایک دُنیا آپ کے تقوے کی معترف ہے، موافق ہوں یا مخالف سب آپ کے تقوٰی و طہارت اور حزم و احتیاط کے دل سے قائل ہیں۔

حضرت امام صاحبؒ کی سوانح کی کُتب میں اکابر و اعیان کے ڈھیروں اقوال آپ کے تقوٰی و طہارت کی بابت مذکور ہیں جن کا ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ عبرت و موعظت کے لیے چند واقعات نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں۔

مشتبہ چیز کھانے سے اجتناب

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

---

[1] وفیات الاعیان ج ۴ ص ۱۸۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۰۴

"ایک مرتبہ لُوٹ کی کچھ بکریاں (بعض مفسد لوگوں کے ذریعہ) کوفہ میں لائی گئیں وہ بکریاں اہلِ کوفہ کی بکریوں سے (ایسی) مخلوط ہوگئیں (کہ امتیاز باقی نہ رہا۔ اس سے یہ اندیشہ ہُوا کہ ممکن ہے کبھی کوئی قصاب والی بکری کو خرید کر اُس کا گوشت فروخت کردے اس طرح لوگوں کے لیے حرام گوشت کھانے کا خطرہ پیدا ہُوا حضرت امام صاحبؒ کو حرام گوشت کے کھانے سے بچنے کی فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں نادانستہ لُوٹ کی بکریوں کا حرام گوشت اُن کے گھر تک نہ پہنچ جائے) آپ نے لوگوں سے پوچھا بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے ؟ لوگوں نے بتلایا کہ سات سال آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

علامہ صالحی دمشقی جو اس واقعہ کے ناقل ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

"مَیں نے مناقب کی کسی کتاب میں یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ انھی دنوں کچھ فوجیوں نے بکری کا گوشت کھاکر اس کے بچے ہُوئے ٹکڑے کوفہ کے دریا میں پھینک دیے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ مچھلی کتنے عرصہ تک زندہ رہ سکتی ہے ؟ لوگوں نے آپ کو اس کی عمر کی بابت بتلایا کہ اتنے اتنے سال چنانچہ آپ اتنے عرصے مچھلی کھانے سے رُکے رہے اور اتنے عرصہ مچھلی نہیں کھائی"۔[1]

مال کا عیب نہ بتانے کی وجہ سے

ساری رقم صدقہ کردی

علی بن حفصؒ فرماتے ہیں

"حفص بن عبد الرحمٰن حضرت امام صاحبؒ کے کاروبار میں شریک (یعنی حصّہ دار تھے) حضرت امام صاحبؒ کے ذمّہ مال کی فراہمی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے حفص کے پاس سامان بھیجا اور اُنھیں یہ کہلوا دیا کہ دیکھو فلاں کپڑے میں یہ عیب

---

[1] عقود الجمان ص ۲۴۳

یہاں تو اس سے بھی زیادہ اہم قصّہ پیش آگیا ہے۔ آپ نے دیوار پر نجاست لگ جائے کا قصّہ ذکر کیا اور اس سے پُوچھا کہ یہ بتاؤ دیوار کے پاک وصاف کرنے کی کیا صُورت ہوسکتی ہے؟ مجوسی امام صاحبؒ کی اس حزم و احتیاط اور تقویٰ و للّٰہیت کو دیکھ کر بولا (دیوار تو بعد میں پاک کریں گے) پہلے میں اپنے نفس کو پاک کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اُسی وقت مُسلمان ہوگیا۔"[1]

نظر کی حفاظت

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں میں حج کو جانے لگا تو اپنی باندی امام ابوحنیفہؒ کے پاس چھوڑ گیا۔ مکّہ مکرمہ میں تقریباً چار مہینہ رہا، واپس آیا تو میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پُوچھا کہ آپ نے اس باندی کی خدمت گزاری اور اخلاق کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا جس نے قرآن پاک پڑھا اور وہ لوگوں کے دین کی حفاظت میں لگ گیا۔ حلال وحرام بتلانے لگا وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے آپ کو فتنہ سے بچائے، خُدا کی قسم میں نے تمہاری باندی کو جب سے تم چھوڑ کر گئے ہو اس وقت سے لے کر اب تک نہیں دیکھا۔[2]

خارجہ بن مصعبؒ کہتے ہیں کہ میں نے باندی سے امام صاحبؒ اور اُن کے گھریلو اشغال کے بارے میں پُوچھا تو وہ بولی کہ امام صاحبؒ جیسا انسان تو میں نے دیکھا نہ سُنا، میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رات میں یا دن میں غُسلِ جنابت کیا ہو۔ آپ جمعہ کے دن گھر سے نکلتے تھے اور فجر کی نماز پڑھ کر گھر چلے آتے تھے اور اُس دن چاشت کی نماز بہت مختصر پڑھتے تھے۔ کیونکہ جمعہ کے دن بہت سویرے جامع مسجد جانے کا معمول تھا، چنانچہ آپ جمعہ کا غُسل فرماتے، خوشبو لگاتے اور نماز جمعہ کے لیے تشریف لے جاتے میں نے دن میں آپ کو کبھی بے روزے نہیں دیکھا۔ آپ رات کے آخری حصّہ میں

---

[1] التفسیر الکبیر للامام الرازی ج ۱ ص ۲۳۷ تحت قولہ تعالیٰ مٰلک یوم الدین۔

[2] شرعاً اجنبیہ باندی سے پردہ نہیں ہے دیکھنا جائز ہے دیکھیے ہدایہ ج ۴ ص ۴۶۲ باب الکراہیۃ

کھانا کھاتے پھر تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر فجر کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے"۔[1]

حضرت شیخ فرید الدّین عطار رح لکھتے ہیں۔

"امام محمد بن حسن (شیبانی، رحمہ اللہ (لڑکپن میں) نہایت حسین و جمیل تھے۔ امام صاحب رح نے ایک بار انھیں دیکھا تھا۔ پھر کبھی نظر اُٹھا کر اُن کی طرف نہیں دیکھا۔ جب اُنھیں سبق پڑھاتے تھے تو ستون کے پیچھے بٹھا لیتے تھے تاکہ دورانِ سبق اُن پہ نظر نہ پڑے"۔[2]

امام ابوحنیفہ رح تاجدارِ نبوّت کی گود میں

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ (م ۴۸۱ ـ ۵۰۰) تحریر فرماتے ہیں۔

"من کہ علی بن عثمان الجلابی ام وفقنی اللہ بہ شام بودم بر سرِ خاک بلال مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفتہ خود را بہ مکہ دیدم اندر خواب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ از باب بنی شیبہ اندر آمدی و پیری را اندر کنار گرفتہ، چنانکہ اطفال راگیرند بہ شفقت من پیش دویدم و بردست و پایش بوسہ دادم و اندر تعجبِ آں بودم تا آن کیست؟ وآں حالت چیست؟ وی بحکمِ اعجاز بر باطن و اندیشہ من مشرف شد، مرا گفت ایں امامِ تو و اہلِ دیارِ تو است مرا بدیں اُمید بزرگ است باہلِ شہرِ خود، و درست گشت از ایں خواب مرا کہ وے یکے از آنہاں بودہ است

میں یعنی علی بن عثمان الجلابی رض ملک شام میں مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام) کے مؤذّن حضرت بلال حبشی رض کے روضۂ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ مَیں مکّۂ مکرّمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بابِ بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو اس طرح سے گود میں لیا ہوا ہے جیسے کہ پیارے بچّوں کو گود میں لیتے ہیں۔ مَیں نے فرطِ محبت سے دوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و پا کو بوسہ دیا، مَیں اس حیرت و تعجب میں تھا کہ یہ بڑے میاں کون ہیں اور یہ کیا حالت ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت اور میرے اس خیال کا علم ہوگیا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ یہ

---

[1] عقود الجمان ص ۲۴۲　[2] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج ۱ ص ۱۸۸

کہ از اوصافِ طبع فانی بودند و بہ احکامِ شرع باقی و بداں قائم ، چنانچہ برندہٴ وے پیغمبر بود صلی اللہ علیہ وسلم اگر او خود لرفتے باقی الصفتہ بودے ، و باقی الصفتہ یا مخطی بُوَدْ یا مصیب ، چوں برندہٴ وے پیغمبر بود صلی اللہ علیہ وسلم فانی الصفتہ باشد بہ بقائے صفتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ، و چوں بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خطا صورت نگیرد بر آنکہ بدو قائم بُود نیز صورت نگیرد ، و ایں رمزے لطیف ست "[1]

تمہارے اور تمہارے ہموطنوں کے امام ہیں (یعنی امام ابو حنیفہؒ) مجھے مع اپنے ہموطنوں کے اِس خواب سے بڑی اُمّید قائم ہو گئی ہے۔ اِس خواب سے مجھ پر یہ بھی واضح ہُوا کہ حضرت امام صاحبؒ اُن بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہیں جو اوصافِ طبع سے فانی اور احکامِ شریعت سے باقی اور شریعت کیساتھ قائم ہیں۔ اسلیے کہ (اوصافِ طبع سے آپ کو نکالکر) لیجانے والے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اگر امام صاحبؒ خود جانے والے ہوتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت (کیلئے دو میں سے ایک صورت ضروری ہے) یا وہ مخطی ہوتی ہے یا مصیب لیکن چونکہ آپ کو لیجانے والے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ اپنے لحاظ سے فانی الصفت ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ بقا کیساتھ باقی ہوئے اور چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا کا صدور نا ممکن ہے تو ایسے ہی جو شخص آپکے ساتھ قائم ہوگا اُس سے بھی خطا سرزد نہ ہوگی اور یہ ایک لطیف رمز ہے۔

ماہنامہ الاسلام برطانیہ

باہر ملک میں دیوبندی خیالات کے اکابر علماء اور مدارس اسلامیہ کو یہ رسالہ لوجہ اللہ مفت دیا جاتا ہے بشر طیکہ ہمارے دفتر سے حاصل کرنیکا خود انتظام کریں یا برطانیہ میں اپنے جان پہچان والے شخص سے کہیں کہ ہمیں ۳۱ پنی کے برطانوی ڈاکیہ ٹکٹ ۱۲عدد اور برطانیہ کا مکمل پتہ روانہ کرے۔

IDARA, 15 STRATTON ROAD, GLOUCESTER GL1- 4HD ENGLAND.

[1] کشف المحجوب ص۱۲۹ طبع سَمن پبلیکیشنز لاہور

ہے جب یہ سامان فروخت کرو تو خریدار کو وہ عیب بتلا دینا، حفص نے وہ سامان فروخت کر دیا اور کپڑے کا عیب بیان کرنا بھول گئے اور انھیں یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ سامان خرید کر لے جانے والا کون ہے۔ حضرت امام صاحبؒ کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا تو آپ نے اس سامان کی ساری رقم صدقہ کر دی جو کہ تیس ہزار درہم بنتی تھی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے شریک حفص سے کاروبار میں علیحدگی اختیار کر لی۔[1]

امام صاحبؒ کے تقوے کے سبب
مجوسی نے اسلام قبول کر لیا

امام فخر الدّین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں۔

"مروی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجوسی کے ذمہ کچھ قرضہ تھا، (ایک روز) آپ اس کے مطالبہ کے سلسلہ میں اس مجوسی کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچے تو آپ کی جوتی پر (اتفاقاً) کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے (نجاست دُور کرنے کی غرض سے) جوتی کو جھاڑا تو کچھ نجاست جوتی سے اُڑ کر مجوسی کے گھر کی دیوار پر جا لگی، آپ اس صورتِ حال سے حیران ہوئے اور جی میں کہنے لگے: "اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ مجوسی کی دیوار کی بدنمائی کا سبب بنے گی، اور اگر اسے دیوار سے کھرچتا ہوں تو دیوار سے (نجاست کے ساتھ ساتھ) مٹی (بھی) جھڑے گی (اور یہ مجوسی کے نقصان کا سبب ہوگا) آپ نے (اسی حیرانی کی حالت میں) دروازہ کھٹکھٹایا جس پہ ایک لونڈی باہر آئی، آپ نے اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہہ کہ ابو حنیفہ باہر کھڑے ہیں۔ مجوسی باہر آیا اور اس نے یہ خیال کر کے کہ یہ مال کا مطالبہ کرنے آئے ہوں گے۔ معذرت کرنی شروع کر دی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا (بھائی) مال کی بات چھوڑو

---

[1] عقود الجمان ص ۲۲۰

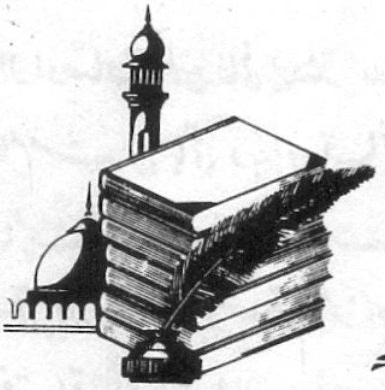

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : مکاتیب شیخ الحدیثؒ

ترتیب و تدوین : حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم

صفحات : ۷۷۶

سائز : ۳۶×۲۳ / ۱۶

ناشر : مکتبۃ الحرمین ۱۹۹ بلاک نمبر ۴ نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

قیمت : اعلیٰ ایڈیشن -/۳۵۰ عام ایڈیشن -/۲۵۰

پیشِ نظر کتاب "مکاتیب شیخ الحدیث" حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے ساڑھے چھ سو سے زائد نامہائے گرامی کا مجموعہ ہے جو آپ نے قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ العزیز (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی خدمتِ بابرکت میں تحریر فرمائے تھے، ان مکاتیب مبارکہ کو حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم نے نہایت جانفشانی اور محبت کے ساتھ جمع فرمایا ہے، شروع کتاب میں آپ نے ان گراں قدر مکاتیب کا تفصیلی تعارف اور حضرات شیخینؒ کے آپس کے تعلقات اور اُن کے مختصر حالات ذکر کیے ہیں۔ مکاتیب کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت شاہ صاحب کا پیش لفظ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس ذاتِ والاصفات نے محض اپنے فضل و کرم اور بے پایاں عنایات سے اپنے اس عاجز و ضعیف بندہ کو نواز کر قطب الارشاد حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبدالقادر

رائپوری رحمہ اللہ کی خدمتِ عالی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے چھ سو پچاس سے زائد مکتوبات کی ترتیب و اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔

زیرِ نظر مکتوبات ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء سے ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کے ۳۸ برس کے زمانہ پر محیط ہیں اور ان کی تعداد ۶۵۱ ہے چند خطوط حضرتِ اقدس رائپوری رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کو تحریر فرمائے گئے ہیں۔ مولانا عبدالجلیل صاحب حضرتِ اقدس رائپوری رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی حافظ محمد خلیل صاحب کے فرزندِ اکبر ہیں حضرت شیخ کے شاگردِ رشید، مظاہر العلوم سہارن پور کے فاضل اور حضرت رائپوری رحمہ اللہ کے مجازِ طریقت ہیں۔ اللہ پاک اُن کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ تقریباً تمام خطوط حضرتِ اقدس رائپوریؒ کی خدمتِ عالی میں بتوسّط مولانا عبدالجلیل صاحب ارسال فرمائے گئے ہیں۔ البتہ ابتدا میں کچھ مکتوبات براہِ راست حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں نہایت مؤدّبانہ انداز میں اور اعلیٰ القابات سے حضرتِ موصوف کو مخاطب کر کے رقم فرمائے گئے اور ان پر حضرتِ اقدس ہی کا پتہ تحریر کیا گیا۔ بیشتر مکتوبات اس عرصہ کے دوران لکھے گئے جس میں حضرتِ اقدس رائپوری رحمہ اللہ ہندوستان سے آکر پاکستان میں اپنے وطن یا لاہور اور لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں قیام پذیر ہوتے اور اپنے متوسّلین اور عقیدت مندوں کی روحانی تربیت و راہنمائی فرماتے تھے۔ ہر سال یہ قیام کافی طویل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت کے متعلّقین کی کثیر تعداد ہجرت کر کے پاکستان میں ان ہی علاقوں میں آباد ہوگئی ہے۔

اگرچہ اکثر مکتوبات میں بظاہر مولانا عبدالجلیل صاحب کا نام سرنامہ اور پتہ پر تحریر ہے، مگر اصل مخاطب، بلکہ مکتوب الیہ حضرتِ اقدس رائپوریؒ ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا ہر رقعہ اور خط حضرت رائپوریؒ کو اہتمام سے سُنایا جاتا تھا اور جو کچھ حضرتِ اقدس ارشاد فرماتے تھے۔ مولانا عبدالجلیل صاحب لفظاً اور معناً باقاعدگی سے حضرتِ شیخ کی خدمتِ اقدس میں جواباً تحریر فرما دیتے تھے، چنانچہ حضرت شیخؒ اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"... مگر مشاغل کا ہجوم تمہارے خط، جو درحقیقت حضرتِ اقدس کے نام —— ہوتا ہے۔ میں تو مانع نہیں ہوتا، اور خطوط کے لیے فرصت کی ضرورت ہے۔ ابھی ڈاک دیکھی نہیں کہ یہ تو لکھ دیا ..."

ایک اور خط میں جو بعد از وفاتِ حضرت اقدس لکھا گیا۔ حضرت شیخ رحؒ نے تحریر فرمایا:

"... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے اب مجھے بھی کسی کے خط کا تقاضا نہیں ..."

حضرت شیخ رحؒ نے حضرت رائپوری کے زمانہ قیامِ پاکستان میں خطوط کا ایک سلسلہ باندھ دیا حتٰی کہ کبھی کبھی تو روزانہ ہی کافی عرصہ تک خط لکھتے رہے جیسا کہ ان خطوط کی تاریخ تحریر سے ظاہر ہے، چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "... میں کارڈ اور قلم دوات لے کر ڈاکیے کے انتظار میں بیٹھا ہوں اور سرنامہ و پتہ لکھ رکھا ہے"۔

اصل خطوط جو پوسٹ کارڈوں پر تحریر ہیں ، مولانا عبدالجلیل صاحب ساکن ڈھڈیاں ضلع سرگودھا کے پاس جمع اور محفوظ تھے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے راقم الحروف کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ تمام مکتوبات مولانا سے امانتاً لے کر انھیں مرتّب کیا اور کتابت کرائی۔ مولانا عبدالجلیل صاحب دامت برکاتہم کے ہم سب انتہائی ممنون ہیں کہ انھوں نے مکاتیب کا یہ ذخیرۂ عظیم محفوظ رکھا اور راقم الحروف کو عنایت فرمایا تاکہ اس کی اشاعت سے ہر دو عبقری شخصیّتوں کے متعلّقین علماءِ محققین، مؤرخین اور عوام النّاس کو مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جا سکے اور اس کتاب کی اشاعت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ اس سلسلے میں مکتبۃ الحرمین لاہور شکریہ کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ ان کی سعی قبول فرمائے آمین

اس مجموعہ میں مکتوبات کی زمانی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بالالتزام قمری تاریخ اور سنِ ہجری ہر خط کے آخر میں تحریر کیا ہے۔ سنِ ہجری اگر سہواً لکھنے سے رہ گیا تو مرتّب کرتے ہوئے خط پر ڈاک خانہ کی مہر سے قمری تاریخ اور سنِ ہجری تقویم کے حساب سے خطوط وحدانی میں لکھ دیے گئے ہیں۔

خطوط کی تحریر میں حضرت شیخ رحؒ کا علومِ متداولہ پر عبور اور استعداد کی آن بان اُن کی علمی زبان سے ظاہر ہے ، مگر اس کے باوجود حضرت شیخؒ کا اندازِ تحریر اتنا بے تکلّف ہے گویا سامنے بیٹھے اپنے خاص اندازِ گویائی اور روزمرّہ کی زبان میں بات چیت فرما رہے ہیں، چنانچہ متعدد جگہوں پر حضرت شیخ رحؒ نے اپنے وطن ضلع سہارنپور خصوصاً کاندھلہ کی علاقائی بولی کے محاورہ اور روزمرّہ کا بلا تکلّف استعمال فرمایا ہے۔

جن حضرات کو حضرت شیخ الحدیثؒ کو خط لکھتے ہُوئے دیکھنے کا اتّفاق ہُوا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح حضرت شیخؒ چارپائی پر نیم دراز ہوکر بائیں ہاتھ میں کارڈ پکڑ کر، بہت باریک حروف، تیز تیز لکھتے تھے اور کارڈ کا کوئی حصّہ یا کونا خالی نہ چھوڑتے تھے۔ لفافہ کا تکلّف کم ہی فرماتے تھے۔ اکثر خطوں میں پاکستان کے دیگر احباب کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔ ہر خط میں بلا استثنا حضرتِ اقدس رائپوری سے دُعا کی درخواست فرمائی ہے۔

ان مکاتیب میں جہاں روزمرّہ کے عام حالات و اخبار خصوصاً حضرتِ رائپوریؒ کے ہم عصر بزرگوں اور متعلّقین کے بارے میں حضرتِ اقدس کو مطلع رکھا گیا ہے وہاں اکثر خطوط میں بہت اعلیٰ علمی و روحانی موضوعات کو بھی زیرِ بحث و تبصرہ لایا گیا ہے۔ مثلاً تصوّف، ذکر اللہ، فلسفہ دُعا وغیرہ۔ ایک طویل مکتوب میں جسے رسالہ کہنا موزوں ہوگا، مسئلہ حیاۃ النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نہایت عمدہ علمی نکات پیش فرمائے ہیں۔ اسی طرح ایک خط میں محمود عبّاسی کی کتاب "خلافتِ معاویہؓ ویزید" پر تنقید فرماتے ہُوئے مصنّف کی علمی خیانت کا پردہ چاک کیا ہے۔ لیکن ان مکاتیب کی کثرتِ تعداد حضرتِ اقدسؒ کے لیے القابات، آداب اور پیامات اور نہایت درجہ حسنِ عقیدت و محبّت سے بھرپور اندازِ تحریر یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے گہرے دلی تعلّق اور محبّت و اخلاص جو اُنھیں حضرت اقدس رائپوریؒ سے تادمِ آخر رہی۔ یہ خطوط دراصل اس کی مُنہ بولتی تصویر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کے پاکستان میں قیام کے دوران، جبکہ حضرتِ اقدس رائپوریؒ سے ظاہری ملاقات ممکن نہ تھی، حضرت شیخ الحدیثؒ تقریباً ہر دوسرے دن خط لکھ کر "منتظر" بلکہ حضرتِ اقدسؒ کی مجلس میں معنوی طور پر "حاضر" رہنا چاہتے ہیں اور فی الحقیقت حضرت شیخؒ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے اور ہمہ وقت حضرتِ اقدسؒ کی توجّہ میں رہے اور خُوب رہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ قطب الارشاد حضرتِ رائپوری قدس اللہ سرّہ سے مکاتبت اور مخاطبت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، جاننے والوں میں کسی شخص کے بارے میں اگر معلوم ہُوا کہ وہ حضرتؒ کی طرف پاکستان جارہا ہے تو وقت کی تنگی کے باوجود دستی رقعہ، مختصر ہی سہی، فوراً لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں پہنچانے کی تاکید کے ساتھ اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ بعض رقعوں بلکہ خطوں کے مندرجات تو اس قدر رسمی ہیں کہ صاف

معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض محبوب سے لذّتِ مخاطبت و ہمکلامی کے حصول کے لیے تحریر کیے گئے ہیں، گویا حضرت شیخؒ کا اصل مقصد، غالب کے الفاظ میں اس کے سوا کچھ نہ تھا ؎

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے [1]

○

نام کتاب : مثالی خواتین

تصنیف : مولانا محمد اسحٰق صاحب

صفحات : ۳۸۴

سائز : ۲۳×۳۶ / ۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت :

مولانا محمدؔ اسحٰق صاحب مالک ادارہ تالیفات اشرفیہ، تصنیف و تالیف اور اشاعتِ کُتب کا ایک خاص ذوق رکھتے ہیں۔

متعدد چھوٹی بڑی کتب آپ کے قلم سے نکل کر قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ حال ہی میں آپ نے ایک ضخیم کتاب "مثالی خواتین" کے نام سے ترتیب دی ہے، یہی کتاب اس وقت زیر تبصرہ ہے۔

مولانا نے اس کتاب میں پہلی اُمّتوں کی نیک مؤمنات، ازواج مطہرات، بناتِ طاہرات، صحابیات، تابعیات، قاریات، محدثات، نیز اکابر کی ازواجِ محترمات کے علم و فضل، زہد و قناعت، عفت و عصمت عزم و ہمت، ایثار و وفا اور عرفان و سلوک کے فکر انگیز حالات و واقعات کو نہایت جانفشانی کے ساتھ جمع کر کے خُوب صُورت انداز میں پیش فرمایا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماں کی آغوش بچّے کے لیے صرف ایک گہوارہ نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کا مؤثّر ترین مرکز بھی ہوتی ہے جہاں کتابوں کے بجائے عمل کے ذریعہ آداب زندگی سکھائے جاتے ہیں۔ "مثالی خواتین" میں ایسی ہی ماؤں کا تذکرہ ہے جنھوں نے اپنے حسنِ کردار سے بچّوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ رشکِ ملائکہ بن گئے۔ ساری کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔ قارئین کو ہمارا مشورہ ہے کہ یہ کتاب ضرور گھر میں

---

[1] مکاتیب شیخ الحدیث ص۹

تاکہ ہماری خواتین اسلاف کی زندگی سے واقف ہوکر اپنے اندر بھی اُن جیسے اوصاف حاصل کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا کرسکیں۔

کتاب میں کچھ واقعات کے حوالے رہ گئے ہیں۔ آئندہ ایڈیشن میں اگر وہ درج کردیے جائیں تو بہتر ہو۔ ایسے ہی بہت سے مقامات پر کتابت کی غلطیاں رہ گئیں ہیں۔ اگر اُن کی تصیح کردی جائے تو بہت ہی اچھا ہو۔

مجموعی طور پر کتاب بہت عمدہ ہے کتابت وطباعت بھی خُوب صُورت ہے۔

○

نام کتاب : خیر الاعمال

افادات : حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب : صوفی محمد اقبال قریشی صاحب

صفحات : ۶۳۰

سائز : ۳۶x۲۳/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : ۱۷۱/-

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی شخصیّت محتاجِ تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات سے اہل اسلام کے ظاہر وباطن کی اصلاح کا جو کام لیا ہے وہ ہر شخص پر عیاں ہے۔ ایک ہزار سے زائد تصنیفات آپ کی یادگار ہیں جو کسی کرامت سے کم نہیں۔

پیشِ نظر کتاب "خیر الاعمال" آپ کے سلسلۂ خطبات کی تیسویں جلد ہے جس میں آپ کے مختلف الانواع پندرہ وعظ اکٹھے کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (۱) اختیار الخلیل (۲) دُعَاۃُ الْاُمَّۃِ وَ ھُدَاۃُ الْمِلَّۃِ (۳) تقلیل الطعام بصورۃ الصیام (۴) العزۃ (۵) دُعا (۶) انفاق المحبوب (۷) ادب الاسلام (۸) الاخلاص ۱ (۹) الاخلاص ۲ (۱۰) ایوار الیتامیٰ (۱۱) الْاُخُوَّۃُ (۱۲) عمل الشکر (۱۳) الذکر (۱۴) درجات الاسلام (۱۵) الاکرمیۃ بالاعملیۃ والاعلمیۃ۔

کتاب کی کتابت و طباعت عمدہ ہے اور خوب صُورت گرد پوش جلد ہے۔ قارئین ضرور ان

خطبات سے استفادہ فرمائیں۔

○

نام کتاب : تسہیل العروض والقوافی (عربی)

تصنیف : مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی

صفحات : ١٥٢

سائز : $\frac{٣٦ \times ٢٣}{١٦}$

ناشر : بیت الجہاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

قیمت : درج نہیں

ادب عربی میں ادبِ نثر بھی ہے اور ادبِ نظم بھی "علم العروض" ادبِ نظم کا ذیلی حصّہ ہے۔ مدارسِ عربیہ میں ادبِ نظم کے ساتھ علم العروض" بھی پڑھایا جاتا ہے، لیکن اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ "علم العروض" سے متعلّق پڑھائی جانے والی کُتب طلبہ کو بہت کم سمجھ میں آتی ہیں جس کی متعدّد وجوہات میں سے ایک وجہ ان کُتب کا دُشوار ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا فضل محمّد صاحب استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کو جزائے خیر دے کہ اُنھوں نے طلبہ کی اس مشکل کی طرف توجّہ فرماکر "علم العروض" سے متعلّق نہایت آسان انداز میں ایک کتاب عربی میں ترتیب دی ہے۔ یہی کتاب اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے، راقم الحروف کے خیال کے مطابق اگر طلبہ ذرا توجہ سے کام لیں تو اس کتاب کی رہنمائی میں اس علم سے کماحقہ مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کے شروع میں مولانا نے "عرض حال" کے عنوان سے وجہِ تصنیف اور بہت سی مفید معلومات درج فرمائی ہیں۔ (ن — ا)

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

اخبار الجامعہ

محمّد عابد، متعلم جامعہ مدنیہ

○ ۲۲ رمضان ۱۴۱۹ھ ۱۱ر جنوری ۱۹۹۹ء بروز پیر دار العلوم کبیر والا کے مہتمم حضرت مولانا محمّد انور صاحب (برادر مولانا محمّد امین صاحب صفدر مدظلہم) تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۲۷ رمضان المبارک کی شب جامعہ کی مسجد میں ختمِ قرآن پاک کی تقریب منعقد ہوئی۔

○ ۴ ر شوال کو حضرت نائب مہتمم صاحب نارووال تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا محمد امین صاحب مدرس جامعہ مدنیہ کی والدہ کی تعزیّت کی۔ وہاں سے آپ پسرور تشریف لے گئے وہاں آپ نے شاہی جامع مسجد کے مفتی مولانا رشید احمد صاحب سے ملاقات کی۔

○ پیر ۷ شوال بمطابق ۲۵ر جنوری حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم جمعیت کے سرپرست حضرت مولانا عبد الکریم صاحب صدّیقی قریشی رحمہ اللہ کی تعزیت کے لیے بیر شریف سندھ تشریف لے گئے روہڑی اسٹیشن پر حضرت مولانا سیّد سراج احمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہم لینے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ امروٹ شریف جاتے ہوئے مدرسہ تاج الاسلام منزل گاہ گئے۔ کچھ دیر قیام کیا اور مولانا محمد مراد صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی بعد ازاں امروٹی شاہ صاحب کی گاڑی میں امروٹ شریف چلے گئے اور وہیں قیام کیا۔ دوسرے دن حضرت صاحب مولانا امروٹی شاہ صاحب مدظلہم کی معیّت میں انہی کی گاڑی پر حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے بیر شریف تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادگان سے تعزیّت کی راستہ میں تاریخی جہادی مسجد بھی دیکھی۔ بعد ظہر نائب مہتمم صاحب شکارپور کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں بعد عصر قاری محمد علی صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر قیام کے بعد حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہم کے مدرسہ میں جانا ہوا مولانا سے ملاقات ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد شکارپور ہی میں رات کے کھانے کی دعوت پر الحاج نثار احمد میمن صاحب (تاجر چاول) لینے آگئے اور نائب مہتمم صاحب کو اپنے گھر لے گئے اور کھانا تناول کرنے کے بعد حضرت نائب مہتمم صاحب حضرت امروٹی صاحب کے ساتھ واپس امروٹ شریف تشریف لے گئے۔ رات قیام کے بعد تیسرے دن ۹ ر شوال کو حضرت نائب مہتمم صاحب کو مولانا امروٹی شاہ صاحب رخصت کرنے کے لیے اپنی گاڑی میں روہڑی تشریف لائے اور دُعا کے ساتھ رُخصت کیا۔ دوپہر کے بعد روہڑی اسٹیشن

سے بذریعہ ٹرین ملتان کے لیے روانگی ہوئی۔ ملتان اسٹیشن پر جناب عبیداللہ صاحب مرکزی کنوینر جے ٹی آئی اور سیّد خورشید عباس گردیزی صاحب کے آدمی لینے آئے اور نائب مہتمم صاحب کو قیام کے لیے سیّد خورشید عباس گردیزی کی قیام گاہ پر لے گئے۔ دوسرے دن نائب مہتمم صاحب جامعہ قاسم العلوم ملتان گئے اور جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا عبداللہ محمد قاسم صاحب سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر قیام کیا اور دُعاؤں کے ساتھ رُخصت ہوئے۔ اس سے قبل جامعہ خیر المدارس بھی جانا ہُوا۔ پھر سابق ایس ڈی او محکمہ ٹیلیفون جناب چودھری محمد زاہد کے گھر گئے اور تھوڑی دیر قیام کیا۔ چودھری صاحب نے باوجود منع کرنے کے اپنی فیاضی طبع سے مجبور ہو کر تھوڑی دیر میں دستر خوان انواع اقسام سے سجادیا۔ چودہری صاحب بہت خوش تھے۔ تھوڑی دیر قیام کے بعد دُعائے خیر پر مجلس ختم ہوئی۔ چودھری صاحب سے اجازت لے کر عصر کے وقت واپس اپنی قیام گاہ گردیزی صاحب کے مکان پر آگئے۔ دوپہر کا کھانا کھایا۔ بعد ازاں مختلف اُمور پر گفتگو ہوتی رہی۔ کچھ دیر آرام کے بعد عشاء کے بعد لاہور کے لیے روانگی کا وقت ہوگیا۔ اگلے روز ۱۱ر شوال صبح پانچ بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی۔

- ۱۱ر شوال کو رات حضرت مولانا رشید میاں صاحب مدظلہم مہتمم جامعہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

- ۱۲ر شوال بروز ہفتہ سے جامعہ میں نئے تعلیمی سال ۲۰-۱۴۱۹ھ کے داخلے شروع ہوئے۔

اعلان

طالبان کی مدد و نصرت کر کے جہادِ افغانستان میں اپنا حصّہ شامل کریں جہادِ افغانستان کی کامیابی اسلام کی کامیابی ہے۔ ان کا استحکام اسلام کا استحکام ہے اس لیے ہر مُسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُن کی نصرت کرے۔ نقد، گرم کپڑے اور خشک راشن دفتر جامعہ مدنیہ میں جمع کرائیں۔ اپیل کنندہ: سیّد محمود میاں

فون: ۷۷۵۰۰۲-۷۷۴۲۷۳ ، فیکس: ۷۷۲۶۷۰۲

بزمِ قارئین

(۱)

محترم المقام واجب الاحترام جناب ناظم صاحب

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ لاہور

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ الحمد للہ میں یہاں پر خیر و عافیت سے ہوں۔ اُمّید ہے کہ آپ بھی الحمد للہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

نہایت مؤدبانہ گزارش یہ ہے کہ جناب ناظم صاحب آپ کا رسالہ ماہنامہ "انوارِ مدینہ" کا مطالعہ کیا کسی ساتھی سے لے کر الحمد للہ اس میں دین کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوئیں، مَیں بہت دنوں سے اس فکر میں تھا کہ کوئی ایسا رسالہ ملے مجھے جس میں دین کے بارے میں معلومات ہوں۔ الحمد للہ رسالہ انوارِ مدینہ کو مَیں نے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق پایا اور دلی خوشی ہوئی ہے اس لیے میں آپ کے رسالہ "انوارِ مدینہ" کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں۔ اس لیے آپ مہربانی اور شفقت فرماتے ہوئے آپ میری طرف بطورِ نمونہ کے ایک رسالہ ارسال فرمائیں بذریعہ وی پی ارسال فرمائیں، یعنی میری طرف آپ بھیج دیں۔

آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

خدا حافظ

مولانا اللہ دتہ صاحب معرفت قاری لائق علی صاحب جامع مسجد سنٹرل ملز ایّوب کالونی جھنگ روڈ۔ فیصل آباد۔

(۲)

الحمد للہ الحمید الحنّان المنّان و نصلّی علیٰ سیّد الانس والجان واٰلہ وصحبہٖ جلیل الشان

امابعد !

محترم المقام واجب الاحترام مولانا سیّد محمود میاں صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بعد از حمد وصلاۃ وسلام مسنون مؤدبانہ التماس کی جاتی ہے کہ ایک دوست نے مجھے بتایا ہے کہ جامعہ مدنیہ سے ایک ماہنامہ شائع کیا جارہا ہے جو بہت اچھے اور بہترین مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جس کا نام "انوارِ مدینہ" ہے۔

لہٰذا آپ صاحبان سے گزارش ہے کہ ہمیں بھی ماہنامے کی ترسیل شروع فرمادیں اور ساتھ ہی چندہ وغیرہ سے بھی مطلع فرمائیں۔ فجزاك اللہ خیرًا

والسّلام مع الاکرام

الانتظار اشد من الموت

الحافظ القاری حفیظ اللہ نعمانی بن الحافظ المولوی افسر علی رحمانی گڑھی شیر احمد، بنوں، سرحد پاکستان

پوسٹ کوڈ نمبر ۲۸۱۰۰

اعلان

جو حضرات رسالہ کے سات خریدار بنائیں گے اُن کو ایک سال کے لیے رسالہ مفت جاری کیا جائے گا۔ (ادارہ)